بسم اللہ الرحمن الرحیم

كِتَابُ الْجَنَائِز

جنازوں کے احکام ومسائل

لغوی تحقیق: جنائز: یہ جنازۃ کی جمع ہے، اس کی جیم کو مکسور اور مفتوح ہر دو طرح پڑھنا درست ہے، بعض نے ان میں فرق بھی کیا ہے، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ جیم کو مکسور پڑھنے کی صورت میں میت مراد ہوگی جبکہ مفتوح پڑھنے کی صورت میں وہ چار پائی مراد ہوگی جس پر میت کو لٹا کر قبرستان کی طرف لیجایا جاتا ہے، بعض کا خیال ہے کہ مفتوح پڑھنے کی صورت میں میت اور مکسور پڑھنے کی صورت میں میت والی چار پائی مراد ہوگی۔

۵۲۸: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم " أَكْثِرُوا ذِكْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ " رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ, وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

الترمذی، ابواب الزهد، باب ماجاء فی ذكر الموت: ۲۴۲۳، النسائی، كتاب الجنائز، باب كثرة ذكر الموت: ۴/۴، ابن حبان، كتاب الجنائز، فصل فی ذكر الموت: ۲۹۹۲ ـ ۲۹۹۵، ابن ماجة: ۴۲۵۸، الزهد لابن مبارک: ۱۴۶، مسند شهاب: ۶۴۹، ۶۷۱، احمد: ۲ /۲۹۲، الحاكم: ۴/۳۵۷، المعجم الاوسط للطبرانی: ۶۹۵، ۵۷۷۶، ۶۴۸۴، المختارة للضياء مقدسی: ۵۲۱/۱، الحلية لابی نعيم: ۳۵۵/۶، ۲۵۲/۹

۵۲۸: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لذتوں کو کاٹ دینے والی یعنی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔" اسے ترمذی اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: **ھاذم:** کاٹنے والی، بعض روایات میں ھاذم کی بجائے **ھادم** ذکر ہوا ہے، یعنی منہدم کر دینے والی، مؤلف رحمہ اللہ کے نزدیک مؤخر الذکر لفظ راجح ہے۔

تشریح: زیر مطالعہ روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مختلف الفاظ سے مروی ہے، دیلمی کی ذکر کردہ روایت میں ہے، "موت کو کثرت سے یاد کرو، جو آدمی اسے کثرت سے یاد کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے دل کو حیات ابدی عطا کرے گا، اور اس کی روح اور جسم کا رشتہ آسانی سے منقطع ہوگا۔" ابن حبان اور بیہقی کی ذکر کردہ روایت میں ہے، "لذتوں کی عمارت کو منہدم کرنے والی کو کثرت سے یاد کرو، جو بندہ اسے تنگ دستی کے وقت یاد کرے گا، اس کی تنگ دستی، تونگری میں تبدیل ہو جائے گی (یعنی وہ اپنی تنگ دستی ہی کو تونگری خیال کرنے لگے گا) اور جو اسے تونگری میں یاد کرے گا یہ اسے ناز ونخرے سے غافل کر دے گی۔"

زیر مطالعہ روایت اگرچہ بظاہر موصولا ہے لیکن امام دارقطنی اور امام احمد کا کہنا ہے کہ راجح یہی ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، کیونکہ موصولاً فقط محمد بن عمرو نے روایت کیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ محمد بن عمرو فی نفسہ ثقہ ہے، لیکن اس سے مروی حدیث میں نظر ہے۔ تاہم اس کی مؤید روایات حضرت عبداللہ بن عمر اور عمر بن خطاب اور حضرت انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لذتوں کی عمارت کو منہدم کرنے والی کو خوب یاد کرو یعنی

موت کو، اگر اس کا تذکرہ کثرت لذات کے موقع پر ہوتو یہ اسے کم کر دے گی اور تنگ دستی کے وقت ہوتو یہ تھوڑے کو کافی خیال کرنے کا عادی بنادے گی۔" اس روایت کے جملہ رواۃ ماسوا قاسم بن محمد اسدی کے ثقہ ہیں جبکہ قاسم مستور الحال ہے۔

انہیں سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ سب سے زیادہ عقل مند انسان کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: " موت کو سب سے زیادہ یاد کرنے والا اور سب سے بڑھ کر موت کی تیاری کرنے والا۔"

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لذتوں کی عمارت کو منہدم کرنے والی کو خوب یاد کرو۔" ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ! لذتوں کی عمارت کو منہدم کرنے والی چیز کونسی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ موت ہے۔" یہ روایت عبدالملک بن یزید کی وجہ سے انتہا کی کمزور ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا گزر انصار کے لوگوں سے ہوا، وہ اس وقت مسکرا رہے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "لذتوں کی عمارت کو منہدم کرنے والی کو یاد کرو۔" علامہ ناصر الدین البانی نے اگرچہ اسے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، لیکن ایسا نہیں ہے، کیونکہ مؤمل بن اسماعیل سے امام مسلم نے روایت نہیں لی۔ مختصر یہ ہے کہ زیر مطالعہ حدیث جمیع طرق کے ساتھ صحیح لغیرہ ہے۔ اور عملی طور پر بھی ایسا ہی ہے کیونکہ موت کو کثرت سے یاد کرنے سے قیامت کی تیاری کا داعیہ پیدا ہوتا ہے اور انسان نیک اعمال کی طرف راغب ہو جاتا ہے۔

فقہی احکام: موت کو کثرت سے یاد کرنا چاہیے۔

۵۲۹: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لا يَتَمَنَّيَنَّ أَحَدُكُمُ الْمَوْتَ لِضُرٍّ يَنْزِلُ بِهِ ,فَإِنْ كَانَ لَا بُدَّ مُتَمَنِّيًا فَلْيَقُلْ، اَللَّهُمَّ أَحْيِنِي مَا كَانَتِ الْحَيَاةُ خَيْرًا لِي ,وَتَوَفَّنِي إِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِي " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الدعوات، باب الدعاء بالموت و الحیاۃ: ٦٣٥١، مسلم: ٢٦٨٠، ابوداود: ٣١٠٨، النسائی: ٣/٤، ابن ماجة: ٤٢٦٥، احمد: ٣/١٠١، ابن حبان: ٩٦٩، البیهقی: ٣/٣٧٧

۵۲۹: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایک کسی بھی تکلیف سے دوچار ہونے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے اور اگر وہ موت کی تمنا لازماً کرنا چاہتا ہے تو وہ ان الفاظ میں کرے، اے اللہ! جب تک میرا زندہ رہنا میرے لیے بہتر ہو، تب تک مجھے زندہ رکھنا اور جب موت میرے لیے بہتر ہو تب مجھے دیدینا۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: لا یتمنین : تمنی سے ماخوذ ہے، شروع میں لائے نہی ہے اور آخر میں نون ثقیلہ مفید برائے تاکید ہے، یعنی موت کی تمنا قطعاً نہ کرے۔

تشریح: اس حدیث میں اس ممانعت کی علت مذکور نہیں تاہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں اس کی علت بھی مذکور ہے، یعنی مؤمن جب فوت ہو جاتا ہے، تو اس کے نیک اعمال کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے۔ جبکہ زندگی مؤمن کی بھلائیوں میں اضافہ کرتی ہے اور گناہوں سے توبہ کرنے کے مواقع فراہم کرتی ہے۔ حضرت سعد بن عبید رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی شخص بھی موت کی آرزو مت کرے، کیونکہ اگر وہ نیک ہے تو پھر وہ یقیناً اپنی نیکیوں میں اضافہ کرلے گا اور اگر گناہ گار ہے تو توبہ کرلے گا۔"

ان احادیث سے یہ واضح ہوا کہ زندگی مؤمن کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک ایسا انمول تحفہ ہے جو اس کی نیکیوں میں اضافہ کرتا

ہےاور گناہوں کی سیاہی کوتوبہ کے ریزر سے صاف کر دیتا ہے،لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مصائب وآلام کا صبر واستقلال سے سامنا کریں اوران کے سامنے کبھی بھی ہتھیار نہ ڈالیں ، البتہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کا شوق ضرور رکھیں نیز اس ذات کی ملاقات کی مناسبت سے معقول تیاری بھی کریں۔

فقہی احکام: (۱) مرنے کی دعا کرنا درست نہیں۔(۲) مصائب وآلام کا صبر واستقلال سے سامنا کرنا ضروری ہے۔
(۳) زندگی کی نعمت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نیکیوں میں اضافہ اور گناہوں سے برأت ضروری ہے۔

۵۳۰: وَعَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالَ " اَلْمُؤْمِنُ يَمُوتُ بِعَرَقِ الْجَبِينِ " رَوَاهُ اَلثَّلَاثَةُ وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

الترمذی: ۹۹۳، النسائی: ۶/۴، ابن ماجة: ۱۴۵۲، ابن حبان: ۳۰۱۱، الحاکم: ۱/۳۶۱، احمد: ۵/۳۵۷، الحلیة: ۵/۱۸۶، المطالب العالية: ۸۰۴، المعجم الاوسط: ۱۵۳۰، اتحاف الخیرة: ۲۵۱۸

۵۳۰: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" مؤمن کی روح قبض ہوتے وقت اس کی پیشانی پر پسینہ نمودار ہوتا ہے۔" اسے تینوں نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: عرق: عین اور راء مفتوح، وہ پانی جو جلد کے مساموں سے خارج ہوتا ہے یعنی پسینہ۔ الجبین: پیشانی۔

تشریح: موت کے وقت مؤمن کی پیشانی سے جو پسینہ نمودار ہوتا ہے، اس کے نمودار ہونے کے اسباب کسی صحیح مرفوع حدیث سے تو ثابت نہیں، البتہ حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے مروی ضعیف حدیث میں یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" ملک الموت کا مشاہدہ تلوار کے ہزار وار سے زیادہ تکلیف دہ ہوتا ہے۔" یہ روایت مکحول کے عنعنہ اور اسماعیل بن عیاش کے بصری شیخ سے روایت کرنے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے اس کا سبب موقوفاً منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مؤمن کی وہ خطائیں جو موت کے وقت تک موجود ہوتی ہیں، اللہ تعالیٰ اس کے اس پسینے کے ذریعے انہیں بہا دیتا ہے۔ اہل علم نے اس کی ایک اور علت بیان کی ہے کہ یہ پسینہ اس بات کا اشارہ دیتا ہے کہ اس نے طلب حلال، صوم وصلواۃ اور احکام شرعیہ کی ادائیگی میں نہایت مشقت کا مظاہرہ کیا تھا۔

زیر مطالعہ روایت کو اگرچہ امام ابن حبان نے صحیح کہا ہے اور امام حاکم نے اسے صحیحین کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے امام حاکم کے قول پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، تاہم یہ روایت فی نفسہٖ ضعیف ہے، کیونکہ قتادہ نے یہ روایت عبداللہ بن بریدہ سے معنعن نقل کی ہے اور وہ معروف مدلس ہیں، نیز عبداللہ بن بریدہ سے ان کا سماع ثابت نہیں۔ البتہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ مرفوع حدیث صحیح سند سے مروی ہے۔

۵۳۱۔۵۳۲: وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ وَأَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہما قَالَا، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " لَقِّنُوا مَوْتَاكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا اَللَّهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ, وَالْأَرْبَعَةُ.

مسلم، کتاب الجنائز، باب تلقین الموتی لااله الاالله: ۹۱۶، ۹۱۷، ابوداود: ۳۱۱۷، ابن ماجة: ۱۴۴۴، ۱۴۴۸، احمد: ۳/۳، النسائی: ۴/۵، البیهقی: ۳/۳۸۳، مجمع البحرین: ۲/۳۷۱، الحاکم: ۱/۵۰۲، الطبرانی: ۷۳۹۰، ۱۳۰۲۴، البخاری: ۱۳۵۶، ابن حبان: ۳۰۰۳، ۳۰۰۴، ترمذی: ۹۸۹

۵۳۱۔۵۳۲: حضرت ابوسعید اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" قریب المرگ آدمی کو؛ لاالہ الااللہ ؛

کی تلقین کرو۔" اسے مسلم اور چاروں نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: لقنوا: تلقین سے فعل امر ہے یعنی یاد دہانی کراؤ۔ موتی: میت کی جمع، یہاں اس سے مراد حقیقی مردے نہیں بلکہ قریب المرگ مریض ہیں۔

تشریح: اس مفہوم کے ساتھ یہ حدیث متعدد صحابہ سے مرفوعاً منقول ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے مروی ایک دوسرے طریق میں مزید الفاظ بھی ہیں کہ "جس نے مرنے سے قبل آخری نطق لا اله الا الله کی صورت میں کیا وہ یقیناً جنت میں داخل ہو گیا اگر چہ اس نے اس سے پہلے کچھ بھی کیا ہو۔" انہیں سے مروی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے قریب المرگ مریضوں کو لا اله الا الله کی تلقین کرو۔" نیز "الثبات، الثبات و لا قوة الا بالله" بھی کہو مگر یہ روایت سعید بن سلام کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں موتاکم کی بجائے هلكاكم کے الفاظ مذکور ہیں۔

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جس نے موت سے قبل آخری کلام لا اله الا الله کیا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔"

ان احادیث سے واضح ہوا کہ قریب المرگ مریض کے پاس بیٹھ کر لا الہ الا اللہ پڑھنا چاہیے۔ اب رہا یہ سوال کہ صرف یہی الفاظ ہی کہنے ہیں یا محمد رسول الله بھی کہنا چاہیے۔ صاحب سبل السلام کا کہنا ہے کہ محمد رسول الله ﷺ بھی کہنا چاہیے۔ کیونکہ اس کا ایک جز دوسرے جز کے بغیر مفید نہیں، ان کے اس مؤقف کو حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث سے بھی تقویت ملتی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک یہودی لڑکے کی تیمارداری کے لیے تشریف لے گئے اور آپ ﷺ نے اسے فرمایا: "کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" اس نے کہا، جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں۔" اس نے کہا، جی ہاں، یہ روایت مسیّب بن واضح کی وجہ سے ضعیف ہے مگر اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔

فقہی احکام: (۱) قریب المرگ شخص اگر مکمل ہوش میں نہ ہو تو پھر اس کے قریب بیٹھ کر مکمل کلمہ وقفے وقفے سے پڑھنا چاہیے۔ (۲) اگر وہ ہوش میں ہو تو پھر اسے کلمہ پڑھنے کی ترغیب دی جائے۔ (۳) آخری وقت میں کلمہ پڑھنا نہایت مفید ہے۔

۵۳۳: وَعَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَارٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ " اقْرَؤُوا عَلَى مَوْتَاكُمْ يس " رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ

ابو داود، كتاب الجنائز، باب القرأة عند الميت: ۳۱۲۱، ابن ماجة: ۱۴۴۸، عمل اليوم و الليلة للنسائي: ۱۰۷۴، احمد: ۲۶/۵، ابن حبان: ۳۰۰۲، البيهقي: ۲۸۳/۳، الحاكم: ۵۶۵/۱، الطيالسي: ۹۳۱، الطبراني: ۵۱۱/۲۰، الفردوس: ۹۹ ۲۰، بيان الوهم والايهام: ۲۲۸۸

۵۳۳: حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "اپنے قریب المرگ لوگوں کے پاس سورۃ یٰسین پڑھا کرو۔" اسے ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: یہ روایت ابوعثمان کے مجہول ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مبارک نے اس روایت کو باسند روایت کرتے ہوئے یہ صراحت فرمائی ہے کہ اس سند میں مذکور ابوعثمان سے مراد ابوعثمان نھدی نہیں ہے۔ حضرت العلام حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس روایت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں اعله ابن القطان بالاضطراب وبالوقف و بجهالة حال ابى عثمان وابيه

(االتلخیص الحبیر : ۲/۱۰۴)

امام ابن قطان نے اس روایت کے ضعیف ہونے کے تین اسباب نقل کئے ہیں ۔(۱) یہ روایت مضطرب ہے ۔(۲) موقوف ہے ۔ (۳) ابوعثمان اور اس کا والد دونوں مجہول ہیں ۔امام بوصیری حنفی نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے ۔(اتحاف الخیر : ۳۰۱/۲)

اس کی مؤید روایت حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " جس قریب المرگ مریض کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے گی، اللہ تعالیٰ اس پر آسانی فرمائے گا ۔" متن حدیث درج ذیل ہے ۔

عن ابی الدرداء قال قال رسول اللہ ﷺ مامن میت یموت فیقرأ عندہ یٰسن الاھون اللہ علیہ (اتحاف الخیرہ ، کتاب الجنائز ، باب ماجاء فی حرارۃ المومن)

حارث نے اس روایت کو ضعیف سند سے بیان کیا ہے کیونکہ اس روایت کا ایک روای مروان بن سالم جزری ضعیف ہے ۔

یہی روایت ایک دوسرے طریق سے اس طرح منقول ہے **عن ابی الدرداء و ابی ذر قالا قال رسول اللہ ﷺ ما من میت یموت فیقرء عندہ یٰسن الاھون اللہ عزوجل (الفردوس : ۶۰۹۹)** یعنی جس قریب المرگ مریض کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے اللہ تعالیٰ اس کے لیے آسانی فرما دیتے ہیں ۔

اس روایت کا مرکزی روای بھی مروان بن سالم الجزری ہے ۔**قال احمد، منکر الحدیث . قال ابوعروبۃ الحرانی ،یضع الحدیث . قال النسائی ، متروک الحدیث . (میزان الاعتدال : ۳۹۸/۶)**

درج بالا جرح سے یہ معلوم ہوا کہ یہ روایت صرف ضعیف نہیں بلکہ سخت ترین ضعیف ہے کیونکہ امام نسائی اور امام عروبہ نے اس کے لیے نہایت سخت الفاظ استعمال کیے ہیں ۔ابوعروبہ نے تو یہاں تک کہا ہے کہ یہ شخص جھوٹی روایات گھڑ لیتا تھا ۔اس کی مؤید روایت حضرت ابوامامہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما سے بھی منقول ہے ۔

عن ابی امامۃ عن ابی بن کعب قال قال رسول اللہ ﷺ من قرأ یٰسن یریدبھا وجہ اللہ غفرلہ و من قرأیٰسن فکانما قرأ القرآن اثنتی عشرۃ مرۃ و من قرأ یٰسن وھو فی سکرات الموت جاءہ رضوان خازن الجنۃ بشربۃ من شراب الجنۃ حتی یسقیہ وھو علیٰ فراشہ حتی یموت ریان و یبعث ریان (اتحاف الخیرۃ: ۳۰۱/۲، المطالب العالیہ: ۳۷۰۲)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا: "جس شخص نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر سورۃ یٰسین پڑھی اسے بخش دیا جائے گا اور جس شخص نے ایک دفعہ یٰسین پڑھی اس نے گویا بارہ دفعہ قرآن حکیم پڑھا اور جس نے موت کے سکرات میں یٰسین تلاوت کی اس کے پاس جنت کا دربان جنت کے مشروبات میں سے شربت لائے گا اور اسے پلا دے گا، اگر وہ اسی بیماری میں فوت ہو گیا تو وہ سیرابی کی حالت میں فوت ہو گا اور سیرابی کی حالت میں قیامت کے روز اٹھایا جائے گا ۔ یہ روایت ہارون بن کثیر نامی راوی کی وجہ سے ضعیف ہے ۔

اس کا مؤید اثر حضرت صفوان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ۔**حدثنا عبداللہ حدثنی ابی حدثنا ابوالمغیرۃ حدثنا صفوان حدثنی المشیخۃ انھم حضروا غضیف بن الحارث الثمالی حین اشتد سوقہ فقال ھل منکم احد یقرء یٰسن ؟ فقرأھا صالح بن شریح السکونی فلما بلغ اربعین منھا قبض قال فکان المشیخۃ یقولون اذا قرأت عند المیت**

خفف عنه قال صفوان و قرأها عیسی بن المعتمر عند ابن معبد(مسند احمد: ۴/۱۰۵، رقم الحدیث ۱۶۹۶۲)

صفوان کہتے ہیں کہ مجھے بزرگوں نے بتایا کہ وہ حضرت غضیف بن حارث ثمالی کی تیمارداری کے لیے گئے تو اس وقت ان پر موت کے سخت دورے پڑ رہے تھے۔انہوں نے کہا تم میں سے کوئی ایک سورۃ یٰسین پڑھ سکتا ہے؟ صالح بن شریح سکونی نے سورۃ یٰسین کی تلاوت شروع کی جب وہ سورۃ یٰسین کی چالیس آیات پڑھ چکے تو ان کی روح پرواز کرگئی، بزرگ فرماتے ہیں کہ جس قریب المرگ مریض کے پاس سورۃ یٰسین پڑھی جائے اس کے لیے آسانی پیدا کردی جاتی ہے،صفوان کہتے ہیں،عیسیٰ بن معتمر نے ابن معبد کے پاس سورۃ یٰسین تلاوت کی تھی۔حضرت احمد بن حنبل کے لخت جگر محترم عبداللہ بن احمد سے لے کر صفوان تک جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔لیکن صفوان یہ روایت جن بزرگوں سے نقل کرتے ہیں ان میں سے صرف اس بزرگ کا حال معلوم ہے جس نے سورۃ یٰسین تلاوت کی تھی۔روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص ان تمام بزرگوں میں زیادہ اہم ہوگا۔لہٰذا ہم اسی کے بارے میں معلوم کرتے ہیں کہ ان کی استنادی حیثیت کیسی ہے؟۔

امام ابوحاتم فرماتے ہیں،

صالح بن شریح کاتب عبداللہ بن قرط و کان عبداللہ بن قرط امیرا، لابی عبیدۃ بن الجراح علی حمص، روی عن ابی عبیدۃ بن الجراح والنعمان بن رازیۃ، روی عنہ عیسیٰ بن ادریس بن ابی رزین و ابنہ محمد بن صالح سمعت ابی یقول ذالک قال ابو محمد رویٰ عن غضیف بن الحارث و روی عنہ محمد بن زیاد الالھانی. حدثناعبدالرحمن قال قال سألت ابازرعۃ عنہ فقال مجھول . (الجرح و التعدیل: ۴/۴۰۵)

صالح بن شریح عبداللہ بن قرط کے منشی تھے جبکہ عبداللہ بن قرط حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کی طرف سے حمص کے حاکم تھے، یہ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح اور نعمان بن رازیہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں جبکہ اس سے عیسیٰ بن ادریس بن ابی رزین اور اس کا بیٹا محمد روایت کرتا ہے۔امام ابوحاتم کے لخت جگر عبدالرحمٰن کہتے ہیں، میں نے ان کے بارے میں یہ باتیں اپنے والد صاحب سے سنی ہیں۔ابومحمد کہتے ہیں کہ صالح ،غضیف بن حارث سے روایت کرتے ہیں اور ان سے محمد بن زیاد الھانی نقل کرتے ہیں۔عبدالرحمٰن کہتے ہیں کہ میں نے امام ابوزرعہ رازی سے ان کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ مجہول ہے۔

غور فرمائیں، جب اس واقعہ کے رواۃ میں سب سے زیادہ قابل شخص مجہول تو باقی حضرات کا کیا حال ہوگا؟۔

اس طرح کی ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عن علی قال قال لی رسول اللہ ﷺ ، یا علی! اقرأ یٰسن فان فی یٰسن عشر برکات ماقرأھا جائع الاشبع، ولاظمآن الاروی ، ولا عار الااکتسی ، ولاعزب الاتزوج ، ولاخائف الاامن ، ولامسجون الاخرج، ولامسافر الاعین علی سفرہ ، ولامن ضلت ضلالتہ الاوجدھا ولامریض الابرئ، ولاقرئت عندمیت الا خففت عنہ .

(المطالب العالیہ ، کتاب التفسیر ، باب سورۃ یٰسن)

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا:"اے علی! سورۃ یٰسین کی تلاوت کریں کیونکہ اس میں دس برکات ہیں، بھوکا اس کے پڑھنے سے سیر اور تشنہ سیراب ہوجائے گا، برہنہ ملبوس ہوجائے گا، غیر شادی شدہ، شادی شدہ بن جائے گا، مرعوب، محفوظ اور قیدی رہا ہوجائے گا، مسافر کی اس کے سفر میں اعانت کی جائے گی، گمشدہ چیز اس کے مالک کو مل جائے گی، مریض تندرست اور میت کے لیے آسانی پیدا کردی جائے گی۔"

حافظ ابن حجر عِشالِلیہ نے اسی سند سے ایک روایت کتاب الطہارۃ میں نقل کی ہے، وہاں وہ فرماتے ہیں، ھذا حدیث ضعیف جداً: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔اس روایت کے سخت ضعیف ہونے کی درج ذیل علتیں ہیں،

حارث یہ روایت عبدالرحیم بن واقد سے نقل کرتے ہیں،امام ذہبی فرماتے ہیں، **شیخ خراسانی حدث عنده الحارث بن ابی اسامه ......قال الخطیب فی حدیثهٖ مناکیر لانهاعن ضعفاء و مجاهیل (میزان الاعتدال: ۳۳۹/۴)** امام ذہبی فرماتے ہیں، حارث بن ابی اسامہ اس کی مرویات نقل کرتے ہیں، علامہ خطیب فرماتے ہیں،اس کی روایات میں مناکیر ہیں، کیونکہ یہ ضعفاء اورمجہول حضرات سے روایات نقل کرتا ہے۔

عبدالرحیم یہ روایت حماد بن عمرو سے نقل کرتا ہے،استاد شاگرد سے بھی زیادہ مجروح ہے، جوز جانی اسے کذاب کہتے ہیں،ابن حبان فرماتے ہیں، یہ خودساختہ روایات بیان کرتا تھا،امام بخاری اسے منکر الحدیث کہتے ہیں اورامام نسائی فرماتے ہیں، یہ متروک الحدیث ہے۔ **(میزان الاعتدال: ۳۶۸/۲)**

محمد بن علی کی اپنے دادا حضرت حسین رضی اللہ عنہ سے ملاقات نہیں ہےاوراس طرح یہ روایت منقطع بھی ہے۔

حفص بن غیاث عن المجالد عن الشعبی قال کانت الانصار یقرؤون عند المیت بسورۃ البقرۃ (ابن ابی شیبة، کتاب الجنائز ، باب مایقال عندالمریض اذا حضر: ۱۲۳/۳)

امام شعبی کہتے ہیں کہ انصار میت کے پاس سورۃ بقرۃ کی تلاوت کرتے تھے۔ یہ روایت مجالد بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے۔

قال الذهبی روی عن قیس بن ابی حازم و الشعبی ......قال ابن معین وغیره لا یحتج به ، قال النسائی لیس بالقوی ، قال الدارقطنی ضعیف وقال البخاری ، کان یحیٰ بن سعید یضعفه و کان ابن مهدی لایروی عنه. (میزان الاعتدال: ۲۳/۶)

امام ذہبی فرماتے ہیں کہ مجالد، قیس بن ابی حازم اور شعبی سے روایت نقل کرتا ہے،امام یحییٰ بن معین کہتے ہیں،اس کی مرویات کوبطور حجت اختیار نہ کیا جائے ،امام نسائی فرماتے ہیں ، یہ قوی نہیں ،امام دارقطنی فرماتے ہیں ، یہ ضعیف ہے،امام بخاری فرماتے ہیں کہ یحییٰ بن سعید اسے ضعیف قرار دیتے تھے،امام عبدالرحمٰن بن مھدی اس کی مرویات نہیں لیتے تھے۔

مختصر یہ ہے کہ اس روایت کے جمیع طرق ضعیف ہیں جبکہ قریب المرگ مریض کے پاس **لاالہ الااللہ** پڑھنے کا حکم صحیح حدیث سے ثابت ہے لہٰذا بہتر یہی ہے کہ قریب المرگ مریض کے پاس **لاالہ الااللہ** ہی کثرت سے پڑھتے رہنا چاہیے۔

۵۳۴:وَعَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ رَسُولُ اَللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى أَبِى سَلَمَةَ رضی اللہ عنہ وَقَدْ شُقَّ بَصَرُهُ فَأَغْمَضَهُ ,ثُمَّ قَالَ "إِنَّ اَلرُّوحَ إِذَا قُبِضَ ,اتَّبَعَهُ الْبَصَرُ " فَضَجَّ نَاسٌ مِنْ أَهْلِهِ ,فَقَالَ "لا تَدْعُوا عَلَى أَنْفُسِكُمْ إِلَّا بِخَيْرٍ .فَإِنَّ اَلْمَلَائِكَةَ تُؤَمِّنُ عَلَى مَا تَقُولُونَ " ثُمَّ قَالَ "اَللَّهُمَّ اغْفِرْ لِأَبِى سَلَمَةَ ,وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ فِى اَلْمَهْدِيِّينَ ,وَافْسَحْ لَهُ فِى قَبْرِهِ ,وَنَوِّرْ لَهُ فِيهِ , وَاخْلُفْهُ فِى عَقِبِهِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم،کتاب الجنائز،باب فی اغماض المیت والدعاء له اذا حضر: ۹۲۰،ابوداود:۳۱۱۸،ابن ماجة:۱۴۵۴،احمد: ۲۹۷/۶، البیهقی: ۳۸۴/۳

۵۳۴: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوسلمہ کی موت کے وقت تشریف لائے ،اس وقت ان کی آنکھ کھلی ہوئی تھی،

آپ ﷺ نے اسے بند کر دیا، پھر فرمایا: "جب روح قبض کر لی جاتی ہے تو آنکھ اس کا پیچھا کرتی ہے۔" ادھر اہل خانہ آہ و بکا کرنے لگے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے لیے بہتر دعا کیا کرو کیونکہ تم جو کچھ کہتے ہو، فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔" پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "اے اللہ! ابوسلمہ کی مغفرت فرما دے، اس کا درجہ ہدایت یافتہ لوگوں میں بلند کر دے، اس کی قبر کشادہ اور منور فرما دے اور اس کے لواحقین کے لیے اس کی نیابت فرما۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: ضج: چیخ چیخ کر رونا۔ عقبه: عین مفتوح اور کاف مکسور، اس کے لواحقین۔

تشریح: اس حدیث میں درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) مرنے والے کی آنکھیں روح کا پیچھا کرتی ہیں۔ (۲) لواحقین کو چاہیے کہ آنکھیں فوراً بند کر دیں۔ (۳) آہ بکاہ کرنے سے اجتناب کرنا لازم ہے البتہ آنسوں بہانا مسنون ہے۔ (۴) میت کے لیے کلمات خیر کہے جائیں۔ (۵) فرشتے ہماری دعاؤں پر آمین کہتے ہیں۔ (۶) میت کو غسل دینے سے قبل میت کے لیے انفرادی طور پر دعائے مغفرت کرنا مسنون ہے۔

۵۳۵: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ حِينَ تُوُفِّيَ سُجِّيَ بِبُرْدٍ حِبَرَةٍ . مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب اللباس، باب البرود و الحبر و الشملة: ۵۸۱۴، مسلم: ۹۴۲، ابوداود: ۳۱۲۰، البیهقی: ۳۸۵/۳

۵۳۵: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ کا جب انتقال ہوا تو آپ ﷺ کو ایک دھاری دار چادر سے ڈھانپ دیا گیا۔ (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: سجی: سین مضموم اور جیم مشدد مکسور، یہ باب تفعیل سے فعل ماضی مجہول ہے، یعنی ڈھانپ دیا گیا۔ برد: باء مضموم اور راء ساکن، دھاری دار چادر جو کپڑوں پر پہنی جاتی ہے۔ حبرة: حاء کو مفتوح اور مکسور ہر دو طرح سے پڑھنا درست ہے۔ دھاری دار بڑی چادر جسے خواتین گھر سے باہر نکلتے وقت اوڑھتی ہیں۔

تشریح: اس حدیث سے عقیدہ حیاۃ النبی کا رد ہوتا ہے۔ یعنی حضرت عائشہ یا صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی اکرم ﷺ کے جسد خاکی کو چادر سے ڈھانپ کر آپ ﷺ کی موت کی تصدیق کر دی۔ قرآنی آیات سے بھی آپ ﷺ کی موت کے اشارے ملتے ہیں۔ ان واضح نصوص کی موجودگی میں یہ کہنا کہ آپ ﷺ پر موت واقع نہیں ہوئی، کتاب سنت کی صریح خلاف ورزی ہے۔

فقہی احکام: میت کو تجہیز و تکفین سے پہلے ایک بڑی چادر سے ڈھانپ دینا چاہیے۔

۵۳۶: وَعَنْهَا أَنَّ أَبَا بَكْرٍ اَلصِّدِّيقَ رضی اللہ عنہ قَبَّلَ اَلنَّبِيَّ ﷺ بَعْدَ مَوْتِهِ . رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الطب، باب اللدود: ۵۷۰۹، النسائی: ۱۱/۴، ابن ماجة: ۱۶۲۷، احمد: ۳۱/۶

۵۳۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد ان کا بوسہ لیا۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: قبل: قاف مفتوح اور باء مشدد مفتوح، بوسہ لیا۔

تشریح: زیر مطالعہ حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے متعدد طرق سے منقول ہے، ابن ماجہ میں مروی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کے آنکھوں کے درمیانی حصہ کا بوسہ لیا، **مسند احمد** میں ہے کہ انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ آپ ﷺ کی کنپٹیوں پر رکھے اور منہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان رکھا، حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ان کا بوسہ لیا تھا، لیکن یہ روایت عبداللہ بن عمر العمری کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) آپ ﷺ فوت ہو چکے ہیں۔(۲) میت کا بوسہ لیا جا سکتا ہے۔(۳) پیشانی کا بوسہ لینا درست ہے۔

۵۳۷: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ ,حَتَّى يُقْضَى عَنْهُ " رَوَاهُ أَحْمَدُ , وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ .

الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء ان نفس المؤمن......: ۱۰۹۰، احمد: ۴۴۰/۲، الدارمی: ۲۶۳/۲، ابن ماجة: ۲۴۱۳، ۲۴۱۴، الحاکم: ۳۲/۲، البیھقی: ۴۹/۶، البخاری: ۲۲۸۹، ۶۷۳۱، المعجم الاوسط: ۳۴۹۳، مسلم: ۱۵۰۲/۳، ابن حبان: ۳۰۵۹-۳۰۶۱

۵۳۷: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "مؤمن کی روح مقروض ہونے کی وجہ سے اس وقت تک **معلق** (لٹکی) رہتی ہے، جب تک اس کی طرف سے قرض ادا نہ کر دیا جائے۔" (اسے احمد نے بیان کیا اور ترمذی نے حسن کہا ہے)۔

لغوی تحقیق: دین: دال مفتوح اور یاء ساکن، قرض۔ یقضی: یاء مضموم، قاف ساکن اور ضاد مقصور (قرض) ادا کر دیا جائے۔

تشریح: قرض کا تعلق حقوق العباد سے ہے، حقوق العباد اس وقت تک معاف نہیں ہوتے، جب تک حق سلب کرنے والا یا اس کی طرف سے کوئی دوسرا، متاثرہ شخص کو ادا نہ کر دے، یا متاثرہ شخص معاف نہ کر دے۔ رحمت عالم ﷺ کو جب کسی شخص کی نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی جاتی، تو آپ ﷺ اس کے بارے میں سب سے پہلے یہ سوال کرتے، یہ شخص کہیں مقروض تو نہیں؟ اگر جواب اثبات میں ہوتا تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیتے۔ جیسا کہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے، اسی دوران ایک جنازہ لایا گیا اور رحمت عالم ﷺ کو جنازہ پڑھانے کی دعوت دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اس کے ذمہ قرض ہے؟" صحابہ نے عرض کیا، جی ہاں، تین دینار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا اس نے کوئی ترکہ چھوڑا ہے؟" عرض کیا گیا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم ہی اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔" یہ سن کر حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ ﷺ نماز جنازہ پڑھائیں، اس کا قرض میرے ذمہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھا دی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کو ایک شخص کی نماز جنازہ پڑھانے کی دعوت دی گئی تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: "کیا تمہارے اس ساتھی کے ذمہ قرض ہے؟" انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! اس پر دو دینار قرض ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "آپ اپنے ساتھی کی نماز پڑھو۔" میت کے عزیزوں میں سے کسی ایک شخص نے کہا، یا رسول اللہ ﷺ! اس کا قرض میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب میت اس سے بری الذمہ ہے اور اس کی ادائیگی آپ پر لازم ہے۔" چند دن بعد آپ ﷺ سے اس کی ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے اس سے پوچھا، "کیا تم اپنی اس ذمہ داری سے عہدہ برا ہو چکے ہو؟" اس نے عرض کیا، تا حال نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اپنے ساتھی کو ٹھنڈک پہنچائیں۔" اس نے اس کے بعد فوراً قرض ادا کر دیا اور آپ ﷺ سے ملاقات کر کے عرض کیا، اللہ کے رسول! میں نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اب تو نے اپنے ساتھی کو ٹھنڈک پہنچائی ہے۔"

مقروض میت کے ساتھ آپ ﷺ کا یہ معاملہ اس وقت تک رہا، جب تک تنگ دستی تھی اور جب اللہ تعالیٰ نے وسعت پیدا فرمائی، تو آپ ﷺ مقروض میت کا قرض خود ادا فرمانے لگے۔ جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، وہ فرماتے ہیں کہ جب فتوحات کا

سلسلہ شروع ہوگیا تو آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمادیا کہ "میں مؤمنوں کا ان کے عزیز و اقارب سے زیادہ حقدار ہوں، اب آئندہ جو بھی شخص مقروض فوت ہوگا اس کا قرض میں ادا کروں گا، جبکہ اس کا ترکہ اس کے ورثا باہم تقسیم کریں گے۔"

قرض کی ادائیگی ایک ایسا فریضہ ہے جو شہید سے بھی ساقط نہیں ہوتا، جیسا کہ فرمان نبوی ہے کہ "قرض کے علاوہ شہید کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔" قرض کی معافی تلافی اگر دنیا میں نہ کی گئی تو قیامت کے روز مقروض، قرض خواہ کو قرض کے بدلے اپنی نیکیاں دے گا، نیکیوں کی عدم موجودگی میں قرض خواہ کے گناہوں کا بوجھ اٹھائے گا۔

فقہی احکام: (۱) میت کے ذمہ اگر قرض ہے تو پھر اس کے ترکہ سے سب سے پہلے اس کا قرض ادا کیا جائے۔ (۲) اگر اس نے ترکہ نہیں چھوڑا یا قرض سے کم چھوڑا ہے تو پھر میت کے ورثا اس کا قرض ادا کریں۔ (۳) اگر ورثا مفلس ہوں تو پھر ریاست اس کا قرض ادا کرے۔

۵۳۸: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ قَالَ فِي اَلَّذِي سَقَطَ عَنْ رَاحِلَتِهِ فَمَاتَ " اغْسِلُوهُ بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ,وَكَفِّنُوهُ فِي ثَوْبَيْنِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب الحنوط للمیت: ۱۲۶۶، مسلم: ۱۲۰۶، ابوداود: ۳۲۳۸، الترمذی: ۹۵۱، النسائی: ۱۹۵/۵، ابن ماجة: ۳۰۸۴، احمد: ۳۳۳/۱، البیهقی: ۳۹۱/۳، الدارقطنی: ۲۹۶/۲، الدارمی: ۸۵۲، ابن حبان: ۳۹۵۷-۳۹۶۰

۵۳۸: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ اس صحابی کے بارے میں جو اپنی سواری سے گر کر شہید ہوگیا تھا فرمایا: "اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو، اور اسے اس کے دو کپڑوں میں کفن دو۔" (بخاری و مسلم)

لغوی تحقیق: سدر: سین مکسور اور راء ساکن، بیری۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان ایک مفصل روایت سے اخذ کر کے نقل کیا ہے، اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی میدان عرفات میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، اس دوران وہ اپنے اونٹ سے گر پڑے جس کی وجہ سے ان کی گردن ٹوٹ گئی، جس پر آپ ﷺ نے فرمایا: "کہ انہیں بیری اور پانی کے ساتھ غسل دو اور انہیں (ان کی انہیں) دو چادروں میں کفن دو، انہیں خوشبو مت لگاؤ اور ان کا سر ننگا رہنے دو، (یہ خوش نصیب) قیامت کے روز تلبیہ کہتے ہوئے اٹھے گا۔"

فقہی احکام: (۱) میدان عرفات میں حاضری سواری پر بھی دی جاسکتی ہے۔ (۲) حالت احرام میں جو فوت ہو جائے اسے صرف دو چادروں میں کفن دیا جائے۔ (۳) میت کو پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دینا مسنون ہے۔ (۴) اس کا سر ننگا رکھا جائے۔

۵۳۹: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ لَمَّا أَرَادُوا غَسْلَ اَلنَّبِيِّ ﷺ قَالُوا وَاَللَّهُ مَا نَدْرِي ,نُجَرِّدُ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ كَمَا نُجَرِّدُ مَوْتَانَا ,أَمْ لَا؟ اَلْحَدِيثَ، رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب الجنائز، باب ستر المیت عند غسله: ۳۱۴۱، احمد: ۲۶۰/۱، ۲۶۷/۶، ابن ماجة: ۱۴۶۴، الحاکم: ۶۱/۳، ابن حبان: ۶۶۲۷، ۶۶۲۸، البیهقی: ۳۸۷/۳، المنتقی لابن جارود: ۵۱۷

۵۳۹: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ صحابہ کرام نے جب رسول اللہ ﷺ کو غسل دینے کا ارادہ فرمایا تو انہوں نے کہا، اللہ کی قسم! ہمیں معلوم نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں سمیت غسل دیں یا پھر اسی طرح کپڑے اتار کر دیں جس طرح ہم اپنے مُردوں کو غسل دیتے ہیں؟ مختصراً۔ (احمد، ابوداؤد)

تشریح: صحابہ کرام اسی تذبذب میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام حاضرین پر غنودگی کی کیفیت طاری فرمادی، اسی حالت میں گھر کے

ایک کونے سے نامعلوم شخص کی آواز سنائی دی کہ رسول اللہ ﷺ کو کپڑوں ہی میں غسل دیا جائے ۔ چنانچہ حضرت علی، حضرت عباس، حضرت فضل، حضرت قثم اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ ﷺ کو غسل دیا۔ حضرت عباس اوران کے صاحبزادے فضل اور قثم رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے پہلو تبدیل کرتے تھے، حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما آپ ﷺ پر پانی ڈالتے تھے جبکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ قمیص کے اوپر سے جسد اطہر کو ملتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جو آواز بعد میں سنائی دی اگر پہلے سنائی دیتی تو پھر آپ ﷺ کی ازواج مطہرات ہی آپ ﷺ کو غسل دیتیں۔

فقہی احکام: (۱) بیوی بوقت ضرورت شوہر کو غسل دے سکتی ہے، اسی طرح شوہر بھی بیوی کو بوقت ضرورت غسل دے سکتا ہے۔ (۲) بیوی شوہر کا اور شوہر بیوی کا چہرہ دیکھنے کے مجاز ہیں۔ (۳) شوہر بیوی کی میت کو کندھا دے سکتا ہے اور قبر میں بھی اتار سکتا ہے۔

۵۴۰: وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ دَخَلَ عَلَيْنَا النَّبِيُّ ﷺ وَنَحْنُ نُغَسِّلُ ابْنَتَهُ، فَقَالَ "اغْسِلْنَهَا ثَلاثًا ,أَوْ خَمْسًا ,أَوْ أَكْثَرَ مِنْ ذَلِكَ، إِنْ رَأَيْتُنَّ ذَلِكَ ,بِمَاءٍ وَسِدْرٍ ,وَاجْعَلْنَ فِي الْآخِرَةِ كَافُورًا ,أَوْ شَيْئًا مِنْ كَافُورٍ" فَلَمَّا فَرَغْنَا آذَنَّاهُ ,فَأَلْقَى إِلَيْنَا حِقْوَهُ فَقَالَ "أَشْعِرْنَهَا إِيَّاهُ" مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَفِي رِوَايَةٍ "ابْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَمَوَاضِعِ الْوُضُوءِ مِنْهَا" وَفِي لَفْظٍ لِلْبُخَارِيِّ، فَضَفَّرْنَا شَعْرَهَا ثَلاثَةَ قُرُونٍ ,فَأَلْقَيْنَاهُ خَلْفَهَا.

البخاری، كتاب الجنائز، باب غسل الميت و وضوئه بالماء والسدر: ۱۲۵۳، باب يبدأ بميامن الميت: ۱۲۵۵، باب يلقیٰ شعر المرأة خلفها: ۱۲۶۳، مسلم: ۳۶، ۴۳ / ۹۳۹، ابوداود: ۳۱۴۲، ۳۱۴۵، الترمذی: ۱۰۰۷، النسائی: ۳۱/۴، ابن ماجة: ۱۴۵۸، البيهقی: ۳۸۹/۳، احمد: ۸۴/۵

۵۴۰: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ ہمارے پاس اس وقت تشریف لائے، جب ہم آپ ﷺ کی لخت جگر کو غسل دے رہی تھیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "اسے تین یا پانچ یا اس سے بھی زیادہ بار غسل دو، بشرطیکہ تم ضرورت محسوس کرو اور غسل پانی اور بیری کے پتوں سے دو، اور آخر میں کافور یا کافور سے بنی ہوئی کوئی چیز استعمال کرلو۔" جب ہم غسل دے کر فارغ ہوئیں تو ہم نے آپ ﷺ کا آگاہ فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے وہ چادر بھیج دی جو آپ ﷺ بطور تہبند استعمال فرماتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: "اس چادر کو اس کے جسم کے ساتھ لپیٹ دو۔" (البخاری ومسلم) ایک روایت میں ہے کہ " غسل کا آغاز دائیں طرف سے کرنا اور سب سے پہلے وضو کے اعضا دھونا" بخاری کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں کہ ہم نے اس کے سر کے بالوں کی تین مینڈھیاں بنا کر ان کی پشت پر ڈال دیا۔

لغوی تحقیق: حقوة: حاء کو مکسور اور مفتوح ہر دو طرح پڑھنا درست ہے جبکہ قاف ساکن ہے، وہ چادر جو بطور تہبند استعمال ہوتی ہو۔
اشعرنها: یہ اشعار سے ماخوذ ہے یعنی اس چادر کو بطور شعار استعمال کرو، شعار اس کپڑے کو کہتے ہیں جو جلد کے ساتھ مس کر رہا ہو۔ **ابدأن:** بدأ سے مشتق ہے یعنی آغاز کریں۔ **ضفرنها:** بالوں کی تین لڑیوں کو بٹ دے کر مینڈھی کی شکل دینا۔ **قرون:** قرن کی جمع ہے یہ لفظ متعدد معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً سینگ، سر کی ایک جانب، تلوار کی دھار، سورج کی ٹکی، پہاڑوں اور ٹیلوں کی چوٹی، لوبیا کی پھلی، ملائم پتھر، ایک صدی، یہاں اس سے مراد مینڈھی ہے۔

تشریح: یہ روایت ام عطیہ سے متعدد طرق سے مروی ہے، ایک طریق میں ہے کہ تین، پانچ، سات یا اس سے بھی زیادہ بار غسل دیں۔ ایک طریق میں ہے کہ طاق عدد میں غسل دیں، جبکہ عاصم احوال کے طریق سے مروی روایت میں آپ ﷺ کی اس صاحبزادی کا نام حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ مذکور ہے۔ مؤلف رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ مشہور روایت کے مطابق حضرت

زینب رضی اللہ عنہا ہیں۔اور بعض کا خیال ہے کہ اس سے مراد حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔

لیکن بلوغ المرام میں مؤلف رحمہ اللہ کی نقل کردہ روایت سے اگر چہ یہ واضح نہیں ہوتا کہ یہ آپ ﷺ کی کون سی صاحبزادی تھی، مگر اس سے یہ ضرور واضح ہوتا ہے کہ غسل کا آغاز دائیں جانب سے ہونا چاہیے اور سب سے پہلے اعضائے وضو کو دھونا چاہیے اور غسل کم از کم تین بار دیا جائے۔ بوقت ضرورت پانچ سے زیادہ بار بھی غسل دیا جاسکتا ہے۔ آخر میں جسم پر خالص کافور ملا جائے یا کافور کو پانی میں ڈال کر اس پانی سے آخری بار غسل دیا جائے۔

فقہی احکام: (۱) خاتون میت کو خواتین غسل دیں۔ (۲) غسل کم از کم تین بار دیا جائے۔ (۳) غسل کا آغاز دائیں جانب سے کیا جائے۔ (۴) سب سے پہلے اعضائے وضو دھوئے جائیں۔ (۵) عورتوں کے بالوں کی تین مینڈھیاں کر کے انہیں ان کی کمر پر ڈال دیا جائے۔ (۶) استعمال شدہ کپڑا اگر پاک ہو تو اس میں بھی میت کو کفنایا جاسکتا ہے۔

۵۴۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كُفِّنَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سَحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ ,لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، كتاب الجنائز، باب الثياب البيض للكفن: ۱۲۶۴، مسلم: ۹۴۱، الترمذي: ۱۰۰۷، النسائي: ۳۱/۴، ابن ماجة: ۱۴۶۹، معرفة السنن والآثار: ۲۰۸۰، ابوداود: ۳۱۵۱، المعجم الاوسط للطبراني: ۲۱۳۹، عبدالرزاق: ۶۱۶۸، ۶۱۷۰، احمد: ۹۴/۱، ۲۳۲/۶، ابن حبان: ۶۶۲۹، الطبراني: ۱۲۱۴۶

۵۴۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کو سحول قصبہ کے بنے ہوئے تین سفید سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا، ان تین کپڑوں میں قمیص اور پگڑی نہیں تھی۔

لغوی تحقیق: سحولية: سین اور حاء مضموم، سحول یمن کے ایک قصبہ کا نام ہے، اس قصبہ میں تیار ہونے والے کپڑے کو سحولية کہا جاتا تھا۔ كرسف: کاف مضموم، راء ساکن اور سین مضموم یعنی روئی۔

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک طریق میں سحولية کی جگہ يمانية ذکر ہوا ہے۔ اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، کیونکہ سحول یمن ہی کا قصبہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں بھی تین کپڑوں کا ذکر ہے، البتہ اس میں سحولية کی جگہ لفظ نجرانية اور انبجانية ہے نیز اس میں یہ بھی صراحت ہے کہ ان تین کپڑوں میں ایک وہ قمیص تھی جو آپ ﷺ نے وفات سے قبل زیب تن کر رکھی تھی اور دو چادریں تھیں، مگر یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں بھی قمیص کا ذکر ہے، یہ روایت حمید الطّویل کے عنعنہ اور حماد بن سلمہ کے اختلاط کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابراہیم نخعی سے مروی مرسل روایت میں حلہ یمانیہ اور قمیص کا ذکر ہے، یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے مروی مرسل روایت میں دو چادروں اور ایک قمیص کا ذکر ہے۔ یہ روایت بھی مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں سات کپڑوں کا ذکر ہے۔ یہ روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی یادداشت کمزور ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) مرد کو تین کپڑوں میں کفن دیا جائے۔ (۲) پگڑی نہ پہنائی جائے۔

۵۴۲: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ عَبْدُ اَللَّهِ بْنِ أُبَيٍّ جَاءَ اِبْنُهُ إِلَى رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ فَقَالَ أَعْطِنِي قَمِيصَكَ أُكَفِّنْهُ فِيهِ ,فَأَعْطَاهُ إِيَّاهُ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب الکفن فی القمیص: ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، کتاب الجہاد، باب الکسوۃ للاساریٰ: ۳۰۰۸، مسلم: ۲۷۷۴، النسائی: ۳۶/۴، ابن ماجۃ: ۱۵۲۳، احمد: ۱۸/۲، البیہقی: ۶۷۸۷، معرفۃ السنن و الآثار: ۲۰۸۳، فتح الباری: ۱۳۹/۳

۵۴۲: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ جب عبداللہ بن اُبی (علیہ ما علیہ) فوت ہوا تو اس کا بیٹا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا (یارسول اللہ ﷺ) مجھے اپنی قمیص عنایت فرما دیں تا کہ میں اسے اس میں کفن دے دوں، آپ ﷺ نے اپنی قمیص اسے عنایت فرما دی۔

تشریح: عبداللہ بن ابی ابن سلول رئیس المنافقین تھا جبکہ اس کا بیٹا عبداللہ بن عبداللہ راسخ العقیدہ مسلمان اور جانثار رسول تھا، رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی ابن سلول علیہ ما علیہ جب فوت ہوا تو اس کے بیٹے عبداللہ بن عبداللہ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ آپ ﷺ مجھے اپنی قمیص دیں تا کہ میں اسے اس میں کفن دوں، آپ ﷺ نے اسے قمیص عنایت فرما دی، پھر اس نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو اپنی طرف کھینچتے ہوئے عرض کیا، کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو منافقین کی نماز جنازہ پڑھنے سے منع نہیں فرمایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "مجھے منع نہیں فرمایا، بلکہ استغفار کرنے یا نہ کرنے کا اختیار دیا ہے۔" چنانچہ آپ ﷺ نے جب اس کی نماز جنازہ پڑھا دی تو پھر یہ حکم نازل ہوا "ان میں سے کوئی بھی مر جائے آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ مت پڑھائیں؟"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ (قبرستان) اس وقت پہنچے جب عبداللہ بن ابی کو دفن کر دیا گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اسے قبر سے نکلوایا، اس کے منہ میں اپنا لعاب دھن مبارک ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔ مذکورہ بالا دونوں روایات میں قمیص کے بارے میں بظاہر تعارض موجود ہے یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سے عیاں ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے پہلے اپنی قمیص عبداللہ بن ابی کے بیٹے کو عنایت کر دی تھی جبکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ ﷺ نے اسے قبر سے نکلوا کر پھر قمیص پہنائی تھی۔

مؤلف رحمہ اللہ نے اس تعارض کو ختم کرنے کے لیے دو نہایت مناسب جواب دیئے ہیں۔ (۱) عبداللہ بن ابی کے رشتہ داروں نے رسول اللہ ﷺ کے قبرستان پہنچنے سے پہلے ہی اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کر دی ہو، لہٰذا آپ ﷺ نے اسے قبر سے نکلوا کر اسے اپنی قمیص پہنائی اور نماز جنازہ پڑھا۔ (۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں مذکور واؤ ترتیب کے لیے نہ ہو، بلکہ محض جمع کے لیے ہو۔ کتاب و سنت میں ایسی مثالیں متعدد ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی قمیص عبداللہ بن ابی کو کیوں پہنائی؟ اہل علم نے اس کی مختلف وجوہ نقل کی ہیں، ان میں سے ایک وجہ تو وہ ہے، جو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے یعنی عبداللہ بن ابی کے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کا شمار بدری صحابہ میں ہوتا تھا، بدری صحابہ کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک بڑی اہمیت تھی۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے چونکہ آپ ﷺ سے درخواست کی تھی اس لیے آپ ﷺ نے عنایت فرما دی۔ (۲) عبداللہ بن ابی نے اپنی مرض الموت میں رسول اللہ ﷺ سے اپنی قمیص دینے کا وعدہ لیا تھا، جسے پورا کرنے کے لیے آپ ﷺ نے اس کے بیٹے کو اپنی قمیص عطا فرما دی۔ (۳) حضرت عباس رضی اللہ عنہ جب بدر میں قیدی بنا کر لائے گئے تھے تو اس وقت ان پر کپڑا نہیں تھا، آپ ﷺ نے عبداللہ بن ابی سے قمیص لے کر اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو پہنائی تھی کیونکہ اس کی قمیص ان کو پوری تھی۔ آپ ﷺ نے اس قمیص کا بدلہ چکانے کے لیے اپنی قمیص اسے پہنا دی۔

فقہی احکام: (۱) نبی ﷺ کا کپڑا متبرک ہے مگر منافق کے لیے سود مند نہیں۔(۲) فاسق و فاجر کے احسان کا بدلہ دنیا میں دے دینا چاہیے۔(۳) مُردے کو دفن کرنے کے بعد بوقت ضرورت باہر نکالا جا سکتا ہے۔(۴) کفن کے کپڑوں میں قمیص بھی شامل کی جا سکتی ہے۔

۵۴۳: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "اِلْبَسُوا مِنْ ثِيَابِكُمُ الْبَيَاضَ ,فَإِنَّهَا مِنْ خَيْرِ ثِيَابِكُمْ ,وَكَفِّنُوا فِيهَا مَوْتَاكُمْ " رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ إِلَّا النَّسَائِيَّ ,وَصَحَّحَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ.

ابوداود، کتاب الطب، باب فی الامر بالکحل: ۳۸۷۸، الترمذی: ۱۰۰۵، ابن ماجۃ: ۱۴۷۲، احمد: ۱/۲۴۷، الطبرانی: ۱۲/۵۲، الحاکم: ۱/۵۰۶، البیہقی: ۶۷۹۲، ابن حبان: ۵۴۲۳

۵۴۳: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تم سفید لباس زیب تن کیا کرو، کیونکہ یہ تمہارے لیے بہترین ملبوسات میں سے ہے، اور اپنے مُردوں کو اسی میں کفن دیا کرو۔" اسے پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا ہے اور ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی مذکور ہے کہ تم اپنے مُردوں کو سفید کپڑوں میں کفنایا کرو۔ اس حدیث کو امام حاکم نے صحیحین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) میت کو سفید کفن دینا مسنون ہے۔(۲) زندوں کے لیے سفید لباس زیب تن کرنا مستحب ہے۔

۵۴۴: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ " إِذَا كَفَّنَ أَحَدُكُمْ أَخَاهُ فَلْيُحْسِنْ كَفَنَهُ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فی تحسین کفن المیت: ۹۴۳، ابوداود: ۳۱۴۸، النسائی: ۴/۳۳، البیہقی: ۳/۴۰۳، الحاکم: ۱/۵۲۳، احمد: ۳/۲۹۶، ۳۴۹

۵۴۴: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم میں سے کوئی ایک اپنے بھائی کو کفن دے تو اسے چاہیے کہ وہ اسے اچھا کفن دے۔" (مسلم)

تشریح: اس فرمان کی تفصیل اس طرح ہے کہ کسی صحابی کا رات کو انتقال ہو گیا، صحابہ نے اسے مختصر کفن دے کر رات ہی میں دفن کر دیا۔ آپ ﷺ کو جب اطلاع ہوئی تو آپ ﷺ نے صحابہ کی سرزنش کرتے ہوئے فرمایا: "بلا کسی مجبوری کے میت کو رات کے وقت دفن نہ کیا جائے اور اسے اچھا کفن دیا جائے۔" حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہی یہ روایت ایک اور طریق سے بھی مروی ہے جس میں یہ ہے کہ رات اور دن میں دفن کرنا برابر ہے مگر یہ روایت عبداللہ بن لھیعہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) بلا کسی معقول عذر کے میت کو رات کے وقت دفن کرنے سے گریز کیا جائے۔
(۲) میت کو حسب استطاعت اچھا کفن دیا جائے

۵۴۵: وَعَنْهُ قَالَ كَانَ اَلنَّبِيُّ ﷺ يَجْمَعُ بَيْنَ اَلرَّجُلَيْنِ مِنْ قَتْلَى أُحُدٍ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ ,ثُمَّ يَقُولُ "أَيُّهُمْ أَكْثَرُ أَخْذًا لِلْقُرْآنِ؟" فَيُقَدِّمُهُ فِي اَللَّحْدِ ,وَلَمْ يُغَسَّلُوا ,وَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِمْ . رَوَاهُ اَلْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب الصلاۃ علی الشہید: ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ابوداود: ۳۱۳۸، الترمذی: ۱۰۳۶، ابن ماجۃ: ۱۵۱۴، النسائی: ۴/۶۲، البیہقی: ۴/۱۰، معرفۃ السنن والآثار: ۳/۱۴۰ ۔ ۱۴۸

۵۴۵: حضرت جابر رضی اللہ عنہ ہی نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ غزوہ احد میں شہید ہونے والے دو دو صحابہ کو ایک ایک چادر میں کفن دیتے تھے

اور پوچھتے تھے "ان میں سے قرآن حکیم کا زیادہ حصہ کسے یاد ہے؟" پھر اسے لحد میں پہلے اتارتے (جابر بیان کرتے ہیں) انہیں نہ غسل دیا گیا اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: قتلی: یہ قتیل کی جمع ہے، قتیل بروزن فعیل ہے، فعیل کبھی بمعنی فاعل اور کبھی بمعنی مفعول استعمال ہوتا ہے، یہاں بمعنی مفعول استعمال ہوا ہے۔ یعنی مقتول۔ احد: ہمزہ اور حاء مضموم، یہ ایک مشہور پہاڑ ہے جو مدینہ کے شمال میں واقع ہے۔ اخذ القرآن: اس میں دو احتمال ہیں۔ (۱) جو قرآن حکیم کی کثرت سے تلاوت کرتا ہو۔ (۲) جسے قرآن حکیم کا زیادہ حصہ یاد ہو۔

تشریح: اس بات پر تو تمام اہل علم کا اتفاق ہے کہ شہید کو غسل نہیں دیا جائے گا۔ شاید اس کی علت وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس شخص کو اللہ کی راہ میں زخم پہنچا وہ قیامت کے روز جب اللہ کے دربار میں پیش ہوگا تو اس کے زخموں سے خون بہہ رہا ہوگا، اس خون کا رنگ دنیاوی خون کے رنگ جیسا ہوگا، لیکن اس کی خوشبو کستوری کی خوشبو کی مثل ہوگی۔

شہید کی نماز جنازہ کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی، زیر مطالعہ حدیث ان کے مؤقف کی مضبوط ترین دلیل ہے۔ ایک گروہ کا خیال ہے کہ شہداء کی نماز جنازہ بھی پڑھی جائے گی۔

یہ حضرات درج ذیل روایات سے دلیل لیتے ہیں۔

(۱) امام شعبی اور ابومالک سے مروی روایات میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی ستر بار نماز جنازہ پڑھی۔

یہ روایت سنداً اور درایۃ دونوں طرح قابل اعتبار نہیں۔ سنداً تو اس لیے نہیں کہ یہ منقطع ہیں اور درایۃ اس لیے نہیں کہ خود اسی روایت میں ستر دفعہ نماز جنازہ پڑھنے کی تفصیل اس طرح ہے کہ آپ ﷺ دس صحابہ کی نماز جنازہ ایک ساتھ پڑھاتے ہیں۔ ان میں سے نو صحابہ کی میتیں نماز جنازہ پڑھنے کے بعد اٹھالی جاتی تھیں اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت وہیں رہنے دی جاتی تھی۔

واضح رہے کہ غزوہ احد میں بہتر صحابہ شہید ہوئے تھے۔ اس روایت کی روشنی میں ان کی نماز جنازہ زیادہ سے زیادہ آٹھ بار ہوسکتی ہے۔ اگر صلاۃ سے مراد تکبیرات لی جائیں تو پھر چار تکبیرات کے حساب سے بتیس اور پانچ کے حساب سے چالیس ہوں گی، اگر یزید بن ابی زیاد سے مروی روایت کا اعتبار کیا جائے تو پھر بہتر تکبیرات ہوں گی کیونکہ اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ نو تکبیرات سے ادا کی تھی۔ یہ روایت یزید بن ابی زیاد کی وجہ سے بھی ضعیف ہے۔

محمد بن اسحاق سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی میت پر بہتر تکبیرات کہیں، یہ روایت اگرچہ درایۃ صحیح ہے لیکن روایۃ انتہائی کمزور ہے کیونکہ محمد بن اسحاق نے اپنے شیخ کا نام ظاہر نہیں کیا۔ موصوف ضعفا اور مجہولین سے روایت کرنے میں معروف ہیں۔

(۲) حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ آٹھ سال بعد شہداء احد کی قبروں پر گئے اور ان کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جس طرح آپ ﷺ میت کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔

یہ حدیث صحیح ہے۔ لیکن مانعین کا کہنا ہے کہ اس سے مراد دعائے استغفار ہے۔ مانعین کا یہ قول بے وزن ہے کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ اسی طرح پڑھی جس طرح آپ ﷺ میت کی نماز جنازہ پڑھتے تھے۔

(۳) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غسل بھی دیا گیا اور ان کی نماز جنازہ بھی پڑھی گئی۔

قائلین کا اس روایت سے استدلال درست نہیں کیونکہ شہید کو غسل دینے کے وہ بھی قائل نہیں لہٰذا اس روایت کا جواب یہ ہے کہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت میدان کارزار میں نہیں ہوئی تھی ۔ یہی جواب ان روایات کا ہے جن میں حضرت عثمان ،حضرت علی رضی اللہ عنہما کی نماز جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے ۔

فقہی احکام: (۱) شہدا کو غسل نہیں دینا چاہیے البتہ ان کی نماز جنازہ پڑھنی چاہیے ۔(۲) شہدا کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا کسی مرفوع یا موقوف روایت سے ثابت نہیں لہٰذا ان کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا غیر مشروع ہے ۔

۵۴۶: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ سَمِعْتُ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم يَقُولُ "لَا تَغَالَوْا فِي اَلْكَفَنِ ,فَإِنَّهُ يُسْلَبُ سَرِيعًا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابو داود، کتاب الجنائز، باب کراهية المغالة فى الكفن: ۳۱۵۴: البیهقی: ۴۰۳/۳، بیان الوهم والایهام: ۵۰/۵

۵۴۶: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمار ہے تھے:"زیادہ قیمتی کفن مت دو کیونکہ کفن تو بہت جلد بوسیدہ کر دیا جائے گا ۔"اسے ابوداؤد نے روایت کیا ہے ۔

لغوی تحقیق: **لاتغالوا:** زیادہ قیمتی مت دو ۔ **یسلب:** علامت مضارع مضموم اور لام مفتوح ،اس کا لفظی معنی ہے چھین لیا جائے گا ،یعنی کپڑا بہت جلد ختم ہو جائے گا ۔

تشریح: یہ روایت عمرو بن ہشام کی وجہ سے ضعیف ہے نیز یہ روایت منقطع بھی ہے ۔ کیونکہ امام شعبی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فقط ایک ہی حدیث سنی ہے اور وہ حدیث زیر مطالعہ نہیں ہے ۔

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کی معارض قرار نہیں دی جاسکتی کیونکہ یہ ضعیف ہے اور وہ صحیح ہے ۔

۵۴۷: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ اَلنَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ لَهَا " لَوْ مُتِّ قَبْلِي فَغَسَّلْتُكِ " اَلْحَدِيثَ رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَابْنُ مَاجَهْ , وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ.

ابن ماجة، کتاب الجنائز، باب ماجاء فى غسل الرجل امرأته وغسل المرأة زوجها: ۱۴۶۵، احمد: ۲۲۸/۶، صحیح ابن حبان، کتاب التاریخ، باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۵۸۶، السنن الکبری للبیهقی: ۳۹۶/۳،عبدالرزاق: ۶۷۵۴،الدلائل للبیهقی: ۱۶۸/۷، ۱۶۹،الارواء: ۱۶۰/۳، ۱۶۱

تنبیہ: بلوغ المرام کے زیادہ تر مطبوعہ نسخوں میں یہ حدیث ان الفاظ لو مت قبلی لغسلتک سے درج ہے جبکہ مصادر میں یہ حدیث ان الفاظ سے درج ہے لو مت قبلی فغسلتک پہلی صورت میں لفظ لو معنی شرط اور دوسری صورت میں بمعنی تمنی ہے ۔

۵۴۷: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:"اگر تم مجھ سے پہلے فوت ہو گئی تو میں تمہیں غسل دوں گا ۔" مختصراً ۔اسے احمد ،ابن ماجہ اور ابن حبان نے روایت کیا ہے ،اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا ہے ۔

لغوی تحقیق: **لو مت:** یہ موت سے ماخوذ ہے ،اس کا عین کلمہ واؤ التقائے ساکنین کی وجہ سے ساقط ہے ،پہلی تاء نفس کلمہ کی ہے اور دوسری تاء مخاطبہ ہے ۔ اگر تم فوت ہو جاؤ ۔

تشریح: بعض اہل علم نے اس روایت پر محمد بن اسحاق کی وجہ سے کلام کیا ہے ۔ان کا یہ کلام بے وزن ہے ، کیونکہ محمد بن اسحاق فی نفسہ ثقہ ہے ،اس میں فقط تدلیس کی علت ہے ،زیر مطالعہ روایت جس طریق سے احمد ،ابن ماجہ ،دارمی ،ابن حبان اور بیہقی نے السنن الکبریٰ میں درج کی ہے ،اس میں محمد بن اسحاق اپنے شیخ یعقوب بن عتبہ سے معنعن نقل کرتے ہیں ،لیکن امام بیہقی نے دلائل میں ابن اسحاق سے جو روایت نقل کی ہے اس میں تحدیث کی صراحت ہے ،اور علامہ البانی کا کہنا ہے کہ ابن اسحاق نے السیرۃ میں تحدیث کی صراحت کی ہے ،

لہٰذا اس سے شبہ تدلیس زائل ہو گیا، پھر صالح بن کیسان نے ابن اسحاق کی متابعت بھی کی ہے نیز اس کی اصل بخاری میں موجود ہے۔ پھر تعامل صحابہ سے بھی شوہر کا بیوی کو اور بیوی کا شوہر کو غسل دینا ثابت ہے۔ زیر مطالعہ حدیث کا شمار ان احادیث میں ہوتا ہے جو رحمت عالم ﷺ نے اپنی آخر عمر میں ارشاد فرمائی ہیں۔

فقہی احکام: خاوند اور بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔

۵۴۸: وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رضی اللہ عنہا أَنَّ فَاطِمَةَ رضی اللہ عنہا أَوْصَتْ أَنْ يُغَسِّلَهَا عَلِيٌّ رضی اللہ عنہ . رَوَاهُ الدَّارَقُطْنِيُّ.

الدارقطنی: ۷۹/۲، البیهقی: ۳۹۷/۳، ابن ابی شیبة: ۱۳۷/۳، معرفة السنن والآثار: ۱۳۱/۳، مسندشافعی: ۵۷۱

۵۴۸: حضرت اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے یہ وصیت کی کہ انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ خود غسل دیں۔ (دارقطنی)

تشریح: یہ روایت عبداللہ بن نافع کے متکلم فیہ، عون بن محمد اور ان کی والدہ ام جعفر کے مستور الحال ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے، تاہم یہ مسئلہ اپنی جگہ درست ہے کہ شوہر اور بیوی ایک دوسرے کو غسل دے سکتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں صراحتاً مذکور ہے۔ نیز یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، جس میں مذکورہ بالا تینوں رواۃ نہیں ہیں۔

اس روایت کو بعض دوسری روایات سے تقویت بھی حاصل ہے۔ مثلاً

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے وصیت کی تھی کہ انہیں ان کی زوجہ اسماء غسل دیں۔ یہ روایت محمد بن عمر الواقدی کی وجہ سے ضعیف ترین ہے۔ امام بیہقی نے یہی روایت ایک دوسرے طریق سے نقل کی ہے مگر اس طریق کو بھی انہوں نے ضعیف قرار دیا ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ شوہر کو غسل دینے کی سب سے زیادہ حق دار اس کی اہلیہ ہے، یہ روایت حجاج بن ارطاۃ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

(۳) ابراہیم بن مہاجر کا کہنا ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو ان کی زوجہ محترمہ نے غسل دیا تھا، یہ روایت بھی ضعیف ہے کیونکہ ابراہیم بن مہاجر نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا زمانہ نہیں پایا۔ یہی روایت ابراہیم نخعی کے طریق سے بھی مروی ہے مگر یہ طریق بھی منقطع ہے کیونکہ ابراہیم نخعی کا ابوموسیٰ سے لقا تو بہت دور کی بات ان کا تابعی ہونا بھی محل نظر ہے۔

(۴) عبدالرحمٰن بن اسود کا کہنا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی بیوی نے انہیں غسل دیا تھا۔ یہ روایت اسماعیل بن ابراہیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہ تمام آثار اگرچہ ضعیف ہیں تاہم ایک دوسرے کو تقویت ضرور دیتے ہیں۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی دو صحیح احادیث اس مسئلہ کے ثبوت کے لیے کافی ہے۔

۵۴۹: وَعَنْ بُرَيْدَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْغَامِدِيَّةِ الَّتِي أَمَرَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجْمِهَا فِي الزِّنَا قَالَ " ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصُلِّيَ عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنا: ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، الدارقطنی: ۹۲/۳، البیهقی: ۱۹/۴

۵۴۹: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے غامدیہ خاندان سے تعلق رکھنے والی اس صحابیہ کے واقعہ میں منقول ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے اس کے زنا کے جرم میں رجم کرنے کی سزا سنائی تھی۔ آپ ﷺ نے بعد از رجم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا، چنانچہ اس کی نماز جنازہ پڑھائی گئی اور اسے دفن کیا گیا۔ مسلم

لغوی تحقیق: غامدیة: غامد قبیلہ جہینہ کی ایک شاخ ہے۔

تشریح: اس عورت نے ازخود بار بار اعتراف جرم کیا اور خود کو پاک کرنے کا مطالبہ کیا تھا، چنانچہ آپ ﷺ نے پہلے وضع حمل تک اور بعد میں دودھ چھڑانے تک اس کی سزا کو مؤخر کر دیا تھا۔ جب یہ مدت پوری ہوگئی تو رسول اللہ ﷺ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ جب اسے رجم کر کے میت لائی گئی تو رحمت عالم ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھے، عین اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ ﷺ اس زانیہ کی نماز جنازہ پڑھائیں گے؟ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: "اس نیک بخت نے ایسی توبہ کی ہے کہ اس کی توبہ مدینہ کے ستر افراد کے مابین تقسیم کردی جائے تو ان سب کے لیے کافی ہوگی۔" جبکہ ماعز رضی اللہ عنہ کیلئے فرمایا: "اس کی توبہ ایک مخصوص امت کیلئے کافی ہے۔"

فقہی احکام: کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کر کے توبہ کرنے والوں کی نماز جنازہ میں بھرپور طریقہ سے شرکت کرنی چاہیے۔

۵۵۰: وَعَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ أُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِرَجُلٍ قَتَلَ نَفْسَهُ بِمَشَاقِصَ ,فَلَمْ يُصَلِّ عَلَيْهِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجنائز، باب ترک الصلاة على القاتل نفسه: ۹۷۸، ابوداود: ۳۱۸۵، النسائی: ۶۶/۴، احمد: ۸۷/۵، ۹۱، ۹۲، البیهقی: ۱۹/۴، الترمذی: ۱۰۸۰

۵۵۰: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کی میت لائی گئی جس نے تیر سے خود کو ہلاک کر لیا تھا، آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔ (مسلم)

لغوی تحقیق: مشاقص: مشقص کی جمع ہے، لمبے چوڑے نیزے کو مشقص کہا جاتا ہے

تشریح: خودکشی کرنے والے کی نماز جنازہ پڑھنے کے بارے میں اہل علم میں اختلاف پایا جاتا ہے، بعض کے نزدیک اس کی نماز پڑھی جائے گی اور بعض کے نزدیک نہیں پڑھی جائے گی۔ امام ابوداؤد اور امام نسائی کے طریق سے مروی روایت سے پہلے گروہ کا مؤقف قوی معلوم ہوتا ہے۔ تاہم وقت کی مناسبت سے کوئی بھی طریقہ اختیار کیا جانا چاہیے۔ یعنی اگر لوگوں میں خودکشی کا رجحان بڑھ رہا ہو تو پھر اس رجحان کی حوصلہ شکنی کرنے کے لیے ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

فقہی احکام: (۱) معاشرے میں اگر خودکشی کا رجحان زیادہ ہو تو پھر ایسے لوگوں کی نماز جنازہ نہ پڑھی جائے۔

(۲) ایسے شخص کی نماز جنازہ معروف عالم دین نہ پڑھائے۔

۵۵۱: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ فِي قِصَّةِ الْمَرْأَةِ الَّتِي كَانَتْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ قَالَ فَسَأَلَ عَنْهَا النَّبِيُّ ﷺ فَقَالُوا مَاتَتْ ,فَقَالَ "أَفَلا كُنْتُمْ آذَنْتُمُونِي؟ " فَكَأَنَّهُمْ صَغَّرُوا أَمْرَهَا فَقَالَ "دُلُّونِي عَلَى قَبْرِهَا" فَدَلُّوهُ ,فَصَلَّى عَلَيْهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَزَادَ مُسْلِمٌ ,ثُمَّ قَالَ " إِنَّ هَذِهِ الْقُبُورَ مَمْلُوئَةٌ ظُلْمَةً عَلَى أَهْلِهَا ,وَإِنَّ اللَّهَ يُنَوِّرُهَا لَهُمْ بِصَلَاتِي عَلَيْهِمْ "

صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر: ۹۵۶، البخاری: ۱۳۳۷، ۱۳۴۰، ابوداود: ۳۲۰۳، ابن ماجة: ۱۵۲۷، احمد: ۲۸۸/۲، البیهقی: ۴۷/۴، معرفة السنن والآثار: ۱۷۵/۳، ۱۷۶

۵۵۱: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کے واقعہ کے بارے میں جو مسجد نبوی کی صفائی کیا کرتی تھی بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا تو صحابہ نے عرض کیا کہ وہ وفات پا چکی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "تم نے مجھے مطلع کیوں نہیں کیا؟" گویا انہوں نے اس کے معاملے کو معمولی تصور کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: " چلو! مجھے اس کی قبر بتاؤ۔" انہوں نے اس کی قبر بتائی تو آپ

ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔(بخاری ومسلم) مسلم میں مزید الفاظ بھی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:" قبریں قبر والوں کے لیے اندھیروں سے پُر ہیں، اور بلاشبہ اللہ تعالیٰ میری نماز کی وجہ سے انہیں منور فرما دیتا ہے۔"

لغوی تحقیق: تقم: علامت مضارع مفتوح، قاف مضموم اور میم مشدد مضموم، جھاڑو دیا کرتی تھی۔ دلونی: دال اور لام مضموم، مجھے بتلاؤ۔

تشریح: مؤلف رحمہ اللہ نے یہ حدیث مختصر نقل کی ہے، مفصل روایت میں یہ صراحت ہے کہ وہ عورت سیاہ رنگ کی تھی۔ اکثر طرق میں راوی نے عورت یا مرد کہہ کر تردد کا اظہار بھی کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں نماز جنازہ پڑھنے کی کیفیت بھی بیان ہوئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اس کی قبر پر اس کی نماز جنازہ چار تکبیرات سے ادا فرمائی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ اس کا انتقال رات کے وقت ہوا تھا اور رات ہی صحابہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اسے دفن کر دیا تھا۔ دارقطنی میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس کی نماز جنازہ تین یوم بعد پڑھی تھی، ایک روایت میں ہے کہ ایک ماہ بعد پڑھی تھی۔ مؤلف رحمہ اللہ نے فتح الباری میں ان دونوں روایات کو شاذ قرار دیا ہے۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ قبر پر نماز جنازہ پڑھنا رسول اللہ ﷺ کے خصائص میں سے ہے، ان کا قول تعامل صحابہ کے خلاف ہے، امام بیہقی نے **معرفة السنن والآثار** میں نقل کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے بھائی عاصم بن عمر کی نماز جنازہ اس کی قبر پر تین دن بعد پڑھی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا حکم دیا تھا۔

فقہی احکام: (۱) قبر پر کھڑے ہو کر بھی نماز جنازہ پڑھی جا سکتی ہے۔ (۲) مسجد کی صفائی ایک عظیم خدمت ہے۔
(۳) میت کو بوقت ضرورت رات کے وقت بھی دفن کیا جا سکتا ہے۔

۵۵۲: وَعَنْ حُذَيْفَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَنْهَى عَنِ النَّعْيِ. رَوَاهُ أَحْمَدُ ,وَالتِّرْمِذِيُّ وَحَسَّنَهُ.

الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی کراهية النعی: ۹۹۵-۹۹۷، احمد: ۳۸۵/۵، ابن ماجة: ۱۴۷۶، الاحکام الوسطیٰ: ۱۲۱/۲، العلل للدارقطنی: ۹۶/۵۷

۵۵۲: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ موت کی کھلے عام منادی کرنے سے منع فرماتے تھے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے اسے حسن قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: النعی: موت کی خبر کی تشہیر کرنا

تشریح: اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں۔ درج ذیل روایت اس کی شاہد بھی ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے موت کی خبر کی تشہیر سے منع فرمایا اور اس طریقہ کار کو جاہلیت کی رسم قرار دیا۔ یہ روایت محمد بن حمید اور ابو حمزہ الاعور کی وجہ سے ضعیف ہے، حافظ عبدالحق اشبیلی **الاحکام الوسطی** میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے موقوفاً بھی منقول ہے وہ اس کے مقابلے میں زیادہ صحیح ہے، امام دارقطنی نے بھی اس کے موقوف طریق کو صحیح کہا ہے۔

یہ روایات بظاہر اس روایت کے معارض ہیں جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے نجاشی کی موت کی بابت مروی ہے، لیکن حقیقت میں ان روایات کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ جیسا کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ موت کی خبر دینا علی الاطلاق منع نہیں البتہ اس طرح منع ہے جس طرح زمانہ جاہلیت میں کیا جاتا تھا، وہ منادی کرنے والے کو بھیجتے اور وہ محلوں اور بازاروں میں جا کر موت کا اعلان کرتا تھا۔ امام

بخاری کے ترجمۃ الباب اور مؤلف ﷫ کی تشریح سے یہ واضح ہوا کہ میت کے قریبی رشتہ داروں کو یا ایک آدھ بار محلے کی مسجد میں اعلان کرنا مسنون ہے جبکہ دوسرے محلے کی مساجد میں یا اپنے محلے کی مسجد میں بار بار اعلان کرنا، یا اس کے لیے اشتہار شائع کرنا درست نہیں۔

فقہی احکام: بار بار اعلانات، یا اشتہارات کے ذریعے موت کی خبر دینا درست نہیں۔

۵۵۳:وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ أَنَّ اَلنَّبِيَّ ﷺ نَعَى اَلنَّجَاشِيَّ فِي اَلْيَوْمِ اَلَّذِي مَاتَ فِيهِ ,وَخَرَجَ بِهِمْ إِلَى الْمُصَلَّى، فَصَفَّ بِهِمْ ,وَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب التکبیر علی الجنائزۃ اربعاً: ۱۳۳۳، مسلم: ۹۵۱، البیہقی: ۴/ ۵۰، احمد: ۴/۷، ۳/ ۴۰۰، ابن ماجۃ: ۱۵۳۵، ۱۵۳۷، معرفۃ السنن والآثار: ۳/۱۷۷، ۱۷۸

تنبیہ: مؤلف ﷫ نے صحیحین کے حوالے سے جو الفاظ نقل کیے ہیں وہ اول تا کَبَّرَ علیه تک روایت ابی ہریرہ کے ہیں اور اربعاً روایت جابر سے ہے۔ کیونکہ حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے منقول الفاظ اربع تکبیرات ہیں۔

۵۵۳: حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نجاشی کی موت کی اطلاع اسی دن دی جس دن وہ فوت ہوئے تھے، آپ ﷺ صحابہ کو لے کر جنازہ گاہ گئے، صحابہ کی صفیں درست کروائیں اور چار تکبیرات سے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: یہ روایت متعدد صحابہ سے منقول ہے۔ حضرت جابر بن عبداللہ ﷠ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "آج اللہ کا ایک نیک بندہ اصحمۃ فوت ہوگیا ہے۔" بخاری کی نقل کردہ طریق میں ہے کہ "حبش کا رہنے والا ایک عظیم آدمی فوت ہو گیا ہے، چلو اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔"

حضرت عمران بن حصین ﷛ سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا بھائی فوت ہوگیا ہے، اُٹھو! اس کی نماز جنازہ پڑھو۔"

حضرت حذیفہ بن اسید ﷛ سے مروی روایت میں ہے کہ "تمہارا وہ بھائی جو تمہارے علاقے میں فوت نہیں ہوا، اس کی نماز جنازہ پڑھو۔" صحابہ نے عرض کیا کہ وہ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ نجاشی ہے۔"

حضرت مجمع بن جاریہ ﷛ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "تمہارا بھائی نجاشی فوت ہوگیا ہے، اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے اٹھو۔" ہم نے آپ ﷺ کے پیچھے دو صفیں بنائیں۔ امام بوصیری حنفی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ روایت ضعیف ہے۔

اس حدیث سے یہ ثابت ہوا کہ غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا مسنون ہے۔ البتہ احناف اور مالکی علما اسے خصائص نبوی میں شمار کرتے ہیں جبکہ شوافع اور حنابلہ نے اس کو عام رکھا ہے، اس اختلاف سے قطع نظر اس امر پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز جنازہ دعا ہے اور اس بات پر بھی سب کا اتفاق ہے کہ قبر پر دعا کی جاسکتی ہے۔ امام شافعی مانعین کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قبر پر کھڑے ہو کر جب دعا کی جاتی ہے تو حقیقت میں اس وقت بھی میت غائب ہوتی ہے، تو پھر غائبانہ نماز جنازہ نہ ہونے کی کیا وجہ ہے؟

فقہی احکام: غائبانہ نماز جنازہ پڑھی جاسکتی ہے۔

۵۵۴:وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ ﷠ سَمِعْتُ اَلنَّبِيَّ ﷺ يَقُولُ "مَا مِنْ رَجُلٍ مُسْلِمٍ يَمُوتُ ,فَيَقُومُ عَلَى جَنَازَتِهِ أَرْبَعُونَ رَجُلًا , لَا يُشْرِكُونَ بِاَللَّهِ شَيْئًا ,إِلَّا شَفَّعَهُمُ اَللَّهُ فِيهِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الجنائز، باب من صلى عليه اربعون شفعوا فيه: ۹۴۷ ، ۹۴۸، ابوداود: ۳۱۷۰، الترمذی: ۱۰۴۰، احمد: ۷۹/۴،
ابن ماجة: ۱۴۹۰، الحاكم: ۵۱٦/۱

تنبیہ: مؤلف ﷫ نے صحیح مسلم کے حوالے سے سمعت النبی ﷺ کے الفاظ نقل کیے ہیں جبکہ صحیح مسلم میں سمعت رسول الله ﷺ کے الفاظ ہیں۔

۵۵۴: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرمارہے تھے" جس فوت شدہ مسلمان کی نماز جنازہ میں ایسے چالیس آدمی شریک ہوجائیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتے ہوں، اللہ تعالیٰ اس کے حق میں ان کی سفارش قبول فرمالیتے ہیں۔"(مسلم)

تشریح: زیر مطالعہ حدیث میں چالیس موحدین کی سفارش کے قبول ہونے کا ذکر ہے، جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث میں سو مسلمانوں کے شریک ہونے کا ذکر ہے، حضرت مالک بن ھبیرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں تین صفوں کا ذکر ہے۔ امام حاکم نے اس حدیث کو مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے، جبکہ امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے، مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ روایت محمد بن اسحاق کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: موحدین کی سفارش میت کے حق میں قبول ہوتی ہے اس لیے میت کے لیے زیادہ سے زیادہ دعائیں کی جائیں

۵۵۵: وَعَنْ سَمُرَةَ بْنِ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّيْتُ وَرَاءَ اَلنَّبِيِّ ﷺ عَلَى امْرَأَةٍ مَاتَتْ فِي نِفَاسِهَا ,فَقَامَ وَسَطَهَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ

البخاری، كتاب الجنائز، باب اين يقوم من المرأة و الرجل: ۱۳۳۲، مسلم: ۹٦۴، ابوداود: ۳۱۹۵، الترمذی: ۱۰۳۵ ، ۱۰۳٦، النسائی: ۷۰/۴، ابن ماجة: ۱۴۹۳، احمد: ۱۴/۵، البيهقی: ۳۳/۴-۳۵، معرفة السنن والآثار: ۱۸۲/۳

۵۵۵: حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی اقتدا میں ایک ایسی عورت کی نماز جنازہ پڑھی جو حالت نفاس میں فوت ہوگئی تھی، آپ ﷺ اس (کی چارپائی) کے درمیان میں کھڑے ہوئے۔

لغوی تحقیق: نفاس: نون مکسور، وہ مدت جس میں وضع حمل کے بعد رحم سے مواد بہتا رہتا ہے، یہ مدت تقریباً چھ ہفتوں پر مشتمل ہوتی ہے

تشریح: مؤلف ﷫ نے المطالب العاليه میں مسند احمد بن منيع کے حوالے سے اسی مفہوم کی ایک روایت عمران بن حصین کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں اس روایت کو عمران بن حصین کی طرف نسبت کو غیر محفوظ قرار دیا ہے۔ صحیح مسلم میں اس خاتون کا نام ام کریب ذکر ہوا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک قریشی عورت کی نماز جنازہ وسط میں کھڑے ہوکر پڑھائی، تو ان سے علا بن زیاد نے پوچھا، کیا آپ نے نبی کریم ﷺ کو اسی (درمیان) جگہ پر کھڑے ہوکر عورت کی نماز جنازہ پڑھاتے دیکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا، ہاں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث سے یہ واضح ہو کہ حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں نفاس کی قید اتفاقی ہے۔ یعنی عورت خواہ کسی بھی حالت میں ہو اس کی نماز جنازہ وسط میں کھڑے ہوکر پڑھانی چاہیے۔

فقہی احکام: عورت کی نماز جنازہ چارپائی کے وسط میں کھڑے ہوکر پڑھانی چاہیے۔

۵۵٦: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ وَاَللَّهِ لَقَدْ صَلَّى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ عَلَى اِبْنَيْ بَيْضَاءَ فِي اَلْمَسْجِدِ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، كتاب الجنائز، باب الصلاة على الجنازة فى المسجد: ۹۷۳، ابوداود: ۳۱۹۱، ۳۱۹۷، ابن ماجة: ۱۵۱۸، مؤطا امام مالك: ۲۳۰/۱، البيهقی: ۵۱/۴، معرفة السنن والآثار: ۱۷۸/۳-۱۸۲، الحاكم: ٦٦/۲، التنقيح لابن عبدالهادی: ۱۴۴/۲،

الخلاصہ للنووی: ۹۶۶/۲، التھذیب لابن حجر: ۳۵۶/۴، شرح السنة: ۳۵۲/۵، تمہید لابن عبد البر: ۲۲۱/۲۱، المجروحین: ۳۶۲/۱

۵۵۶: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ نے بیضاء کے دونوں بیٹوں کی نماز جنازہ مسجد میں ادا فرمائی تھی۔(مسلم)

تشریح: عہد رسالت مآب ﷺ میں جنازہ گاہ مسجد نبوی کے قریب ہی تھی اور اکثر جنازے جنازہ گاہ ہی میں پڑھے جاتے تھے جبکہ بیضاء کے دونوں بیٹوں کی نماز جنازہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد ہی میں پڑھائی تھی۔

(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ نماز جنازہ کا جنازہ گاہ میں پڑھنا بہتر ہے لیکن مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے یا نہیں؟ اس میں اختلاف پایا جاتا ہے، اہل حدیث، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھائی جا سکتی ہے۔ زیر مطالعہ حدیث ان کے مؤقف کے صحیح ہونے کی مضبوط ترین دلیل ہے۔

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ نے مسجد ہی میں پڑھائی تھی، یہ روایت مؤطا امام مالک میں بھی موجود ہے اور سنداً بھی صحیح ہے، معلوم نہیں مالکی حضرات اس کے باوجود مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو ناپسند کیوں کرتے ہیں؟۔

(۳) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ بھی مسجد میں پڑھی گئی، یہ روایت اسماعیل غنوی کے متروک الحدیث ہونے کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، لیکن امام ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنے طریق سے یہی اثر حفص بن غیاث کے طریق سے بھی نقل کیا ہے یعنی حفص بن غیاث، اسماعیل غنوی کا متابع موجود ہے، لہٰذا اسماعیل کے ضعف سے کوئی فرق نہیں پڑا۔

(۴) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ایک صحابی فوت ہو گیا، ہم نے غسل اور کفن دینے کے بعد وہاں رکھ دیا جہاں جنازے رکھے جاتے تھے اور یہ وہ جگہ ہے جہاں جبریل نے کھڑے ہو کر امامت کروائی تھی، یہ روایت عبداللہ بن محمد بن عقیل کی وجہ سے اگرچہ ضعیف ہے تاہم پہلی روایات کی شاہد ضرور ہے۔

مانعین میں احناف اور مالکی حضرات ہیں۔ ان کے پاس جو دلائل ہیں ان میں سے ایک روایت وہ ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کچھ نہیں۔"

اس روایت کا مرکزی راوی صالح بن نبہان مولیٰ التوامہ ہے، اسے اگرچہ بعض ماہرین فن نے صدوق کہا ہے تاہم اس کی زیر مطالعہ روایت کو نامور ماہرین فن نے ضعیف کہا ہے۔ (۱) امام احمد فرماتے ہیں، یہ روایت صالح مولیٰ التوامہ کے تفرد کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (۲) اس روایت میں اضطراب بھی ہے، یعنی ابن ماجہ میں **لا شیٔ لہ** (اس آدمی کے لیے کچھ نہیں) جبکہ ابوداؤد میں ہے **لا شیٔ علیہ** (مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے والے پر کوئی گناہ نہیں) ہے، **لا شیٔ لہ** اور **لا شیٔ علیہ** میں کھلا تعارض ہے۔

(۳) اگر ان دونوں لفظوں کو جمع کرنے کی کوئی تدبیر نکالی جائے تو پھر یہ روایت مجوزین کی دلیل بن جائے گی کیونکہ کبھی **لہ** بمعنی **علیہ** بھی استعمال ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے۔ **وان أسأتم فلھا** یہاں بالاتفاق **لھا** بمعنی **علیھا** ہے۔

(۴) امام ابن حبان فرماتے ہیں، یہ خبر باطل ہے کیونکہ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ خود ہی فرمائیں کہ مسجد میں جنازہ پڑھنے والے کو ثواب نہیں ملتا اور خود ہی سہیل بن بیضاء کا جنازہ مسجد میں پڑھائیں؟

(۵) امام ترمذی فرماتے ہیں، میں نے امام بخاری سے صالح مولیٰ التوامہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام احمد فرماتے ہیں، جن رواۃ کا ان سے سماع قدیم ہے وہ بہتر ہے اور جنہوں نے ان سے آخر میں سنا ہے، ان کا سماع درست نہیں۔ واضح رہے کہ ابن ابی ذئب کا ان سے سماع کے بارے میں محدثین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(٦) یہ روایت صحیح حدیث کے معارض ہونے کی وجہ سے مردود ہے، جیسا کہ امام احمد فرماتے ہیں کہ جو شخص اس حدیث کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث کے مقابلے میں پیش کرتا ہے وہ ظلم کرتا ہے۔

مانعین کے پاس دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ جب مسجد میں پڑھانے کو کہا تو لوگوں نے اسے معیوب جانا، اس سے ثابت ہوا کہ صحابہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کو معیوب جانتے تھے۔

اس بارے میں عرض یہ ہے کہ یہاں معیوب جاننے والوں سے مراد صحابہ نہیں ہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ان لوگوں نے اسے معیوب جانا جن کے پاس علم نہیں ہے، اسی بنا پر انہوں نے ہمارے اس مطالبے (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جنازہ مسجد میں پڑھایا جائے) کو معیوب گردانا ہے، حالانکہ رسول اللہ ﷺ نے سہیل بن بیضاء کی نماز جنازہ مسجد کے وسط میں پڑھائی تھی، یہ موقف ازواج مطہرات میں سے صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کا نہیں بلکہ بعض دیگر ازواج مطہرات سے بھی صراحتاً یہی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور بعض دیگر ازواج مطہرات نے کہا کہ جاؤ سعد بن مالک کا نماز جنازہ مسجد میں لے آؤ، چنانچہ ان کا جسد خاکی مسجد میں حجروں کے بالمقابل رکھا اور ازواج مطہرات ان جنازہ میں شریک ہوئیں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو یہ معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے اسے معیوب جانا ہے۔ اس روایت سے یہ واضح ہو کہ صحابہ مسجد میں نماز جنازہ پڑھنے کے قائل تھے۔

فقہی احکام: (۱) مسجد میں نماز جنازہ پڑھایا جاسکتا ہے۔ (۲) خواتین بھی نماز جنازہ پڑھ سکتی ہیں۔ (۳) خواتین اپنے گھروں میں رہ کر مسجد میں نماز پڑھانے والے امام کی اقتدا کرسکتی ہیں بشرطیکہ مسجد ان کے گھروں کے آگے ہو۔

۵۵۷: وَعَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى قَالَ كَانَ زَيْدُ بْنُ أَرْقَمَ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا ,وَإِنَّهُ كَبَّرَ عَلَى جَنَازَةٍ خَمْسًا , فَسَأَلْتُهُ فَقَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُهَا . رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالْأَرْبَعَةُ.

مسلم، کتاب الجنائز، باب الصلاة على القبر: ۹۵۷، ابوداود: ۳۱۹۷، الترمذی: ۱۰۲۴، النسائی: ۴/۷۲، ابن ماجة: ۱۵۰۵، البیهقی: ۴/۳٦

۵۵۷: حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ نے بیان کیا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے، اور ایک مرتبہ انہوں نے پانچ تکبیرات کہہ دیں، میں نے ان سے دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: " رسول اللہ ﷺ (کبھی) پانچ تکبیریں کہا کرتے تھے۔" اسے مسلم اور چاروں نے روایت کیا ہے۔

فقہی احکام: نماز جنازہ پانچ تکبیروں سے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

۵۵۸: وَعَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ كَبَّرَ عَلَى سَهْلِ بْنِ حُنَيْفٍ سِتًّا ,وَقَالَ إِنَّهُ بَدْرِيٌّ. رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ وَأَصْلُهُ فِي الْبُخَارِيِّ

البخاری: ۴۰۰۴، عبدالرزاق: ۳/۴۸۰، معرفة السنن والآثار: ۳/۱٦۵، ۱٦٦، الدارقطنی: ۲/۷۳، الطبرانی: ۱/۱۳۹، ۱۴۰، الطحاوی: ۱/۴۹۵، ابن ابی شیبة: ۳/۱۸۵، بیهقی: ۴/۳۷

۵۵۸: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ چھ تکبیرات کے ساتھ ادا فرمائی اور فرمایا یہ اس لیے کہ وہ بدری تھے۔

اسے سعید بن منصور نے روایت کیا ہے، اس کی اصل صحیح بخاری میں ہے۔

تشریح: رحمت عالم ﷺ نے اگرچہ زیادہ تر جنازوں پر چار تکبیرات ہی فرمائی ہیں مگر بعض جنازے چار سے زیادہ تکبیرات سے بھی پڑھائے ہیں، جیسا کہ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور یہ روایت ہر قسم کے غبار سے پاک ہے۔ زیر مطالعہ روایت میں چھ تکبیرات کا ذکر ہے، یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے عبداللہ بن مقعل، عمیر بن سعید اور عبد خیر نقل کرتے ہیں، عبداللہ بن مقعل سے یزید بن ابی زیاد نقل کرتے ہیں، موصوف کو ماہرین فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ جبکہ عمیر بن سعید سے اعمش نقل کرتے ہیں، اعمش اگرچہ ثقہ ہیں مگر مدلس ہیں اور موصوف عن سے بیان کر رہے ہیں۔ لہٰذا یہ طریق بھی ضعیف ہے۔ مگر دونوں طرق ایک دوسرے کو تقویت ضرور دیتے ہیں۔

عبد خیر کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بدری صحابہ کی نماز جنازہ چھ تکبیرات سے، دیگر صحابہ کی نماز جنازہ پانچ تکبیرات سے اور عام مسلمانوں کی نماز جنازہ چار تکبیرات سے ادا کرتے تھے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے اس روایت کو سنن سعید بن منصور کی طرف منسوب کرنے کے بعد اصلہ فی بخاری اس لیے کہا ہے کہ صحیح بخاری میں بھی یہ روایت موجود ہے مگر اس میں یہ صراحت نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سہیل بن حنیف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ کتنی تکبیرات سے ادا فرمائی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کی نماز جنازہ نو نو تکبیرات سے ادا فرمائی، پھر سات سات تکبیرات کہتے رہے پھر چار تکبیرات فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔

اس روایت کی سند کو اگرچہ علامہ ہیثمی نے حسن قرار دیا ہے تاہم صحیح یہی ہے کہ یہ روایت نہایت کمزور ہے کیونکہ قاضی ابو یوسف کے بارے میں امام بخاری فرماتے ہیں، ترکوہ، یہ امام بخاری کی طرف سے سخت ترین جرح ہے۔ ابن عباس سے یہ روایت ایک دوسرے طریق سے بھی مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ بدری صحابہ کی نماز جنازہ سات تکبیرات سے، بنو ہاشم کی پانچ تکبیرات سے پڑھایا کرتے تھے، لیکن آپ ﷺ نے آخری نماز جنازہ چار تکبیرات سے پڑھائی تھی۔

یہ روایت سابقہ روایت سے بھی زیادہ کمزور ہے کیونکہ ابو ہرمز کو یحییٰ بن معین نے جھوٹا اور ابو حاتم نے متروک کہا ہے۔

سعید بن مسیّب سے مروی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار تکبیرات کہنے کا حکم فرمایا تھا، اس روایت کے اگر جملہ رواۃ ثقہ ہیں تاہم سعید بن مسیّب کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

فقہی احکام: نماز جنازہ پانچ یا چھ تکبیرات سے بھی ادا کی جاسکتی ہے۔

۵۵۹: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يُكَبِّرُ عَلَى جَنَائِزِنَا أَرْبَعًا وَيَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ اَلْكِتَابِ فِي اَلتَّكْبِيرَةِ اَلْأُولَى. رَوَاهُ اَلشَّافِعِيُّ بِإِسْنَادٍ ضَعِيفٍ.

السنن الکبری للبیهقی، کتاب الجنائز، باب القرأة فی صلاة الجنازة: ۷۰۵۸، معرفة السنن والآثار: ۲۱۴۵، کتاب الام: ۱/۲۷۰، مسند شافعی، کتاب الجنائز و الحدود: ۳۵۸

۵۵۹: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے جنازوں پر چار تکبیرات کہا کرتے تھے اور پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔ اسے شافعی نے ضعیف سند سے روایت کیا ہے۔

تشریح: امام بیہقی نے معرفہ السنن میں امام شافعی سے جو روایت مرسل نقل کی ہے اس میں یقرأ فی الاولیٰ بام القرآن مذکور ہے، لیکن انہوں نے امام شافعی کی سند سے جو موصولاً روایت نقل کی ہے اس میں و قرأ بام القرآن بعد تکبیرة الاولیٰ کے الفاظ ہیں

اور کتاب الام اور مسند شافعی میں بھی یہی الفاظ ہیں، حدیث کا ترجمہ انہیں الفاظ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کیا گیا ہے، یہ روایت اگرچہ متن کے اعتبار سے صحیح ہے لیکن سند کے اعتبار سے نہایت کمزور ہے، کیونکہ امام شافعی کے شیخ ابراہیم بن محمد تقریباً تمام ماہرین فن کے نزدیک ضعیف ہیں، جبکہ عبداللہ بن محمد بن عقیل مختلف فیہ ہے۔

۵۶۰: وَعَنْ طَلْحَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلَى جَنَازَةٍ ,فَقَرَأَ فَاتِحَةَ الْكِتَابِ فَقَالَ ، لِتَعْلَمُوا أَنَّهَا سُنَّةٌ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب قرأة فاتحة الکتاب علی الجنازة: ۱۳۳۵، ابو داود: ۳۱۹۸، الترمذی: ۱۰۳۸، النسائی: ۴/۷۴، کتاب الام: ۱/۲۷۰، البیهقی: ۳۸/۴، ۴۲، المجموع: ۲۳۴/۵، ابن ماجة: ۱۴۹۵، معرفة السنن والآثار: ۲۱۴۶

۵۶۰: حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی اس میں انہوں نے سورۃ فاتحہ کی تلاوت فرمائی، پھر فرمایا، تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ یہ سنت ہے۔ (بخاری)

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مروی ہے، شرحبیل بن سعد سے مروی طریق میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے تکبیر کہی پھر بلند آواز سے ام القرآن پڑھی۔ سعید بن ابی سعید سے مروی طریق میں ہے کہ انہوں نے سورۃ الحمد پڑھی اور بعد میں فرمایا، میں نے بلند آواز میں تلاوت اس لیے کی تاکہ تمہیں معلوم ہوجائے کہ یہ سنت ہے۔

ابراہیم بن سعد سے مروی طریق میں ہے کہ سورۃ فاتحہ کے بعد ایک اور سورۃ بھی پڑھی، اس سند کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں، بنابریں امام نووی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے مگر امام بخاری نے اس روایت کو نقل نہیں کیا، جس میں سورۃ فاتحہ کے ساتھ دوسری سورۃ ملانے کا ذکر ہے، امام بخاری کا یہ اعراض اس میں موجود کسی مخفی علت کی طرف مشیر ہے۔ مقسم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے جو روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔ یہ روایت ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے سخت ضعیف ہے، اس میں دوسری علت یہ ہے کہ حکم نے مقسم سے یہ حدیث نہیں سنی۔

فقہی احکام: (۱) نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھنا مسنون ہے۔ نیز سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی دوسری سورت بھی پڑھی جاسکتی ہے۔ (۲) بلند آواز سے نماز جنازہ پڑھنا بھی مسنون ہے۔

۵۶۱: وَعَنْ عَوْفِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ قَالَ صَلَّى رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ عَلَى جَنَازَةٍ، فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهِ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ , وَارْحَمْهُ وَعَافِهِ ,وَاعْفُ عَنْهُ ,وَأَكْرِمْ نُزُلَهُ ,وَوَسِّعْ مُدْخَلَهُ ,وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ,وَنَقِّهِ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا نَقَّيْتَ الثَّوْبَ الْأَبْيَضَ مِنَ الدَّنَسِ ,وَأَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِنْ دَارِهِ ,وَأَهْلًا خَيْرًا مِنْ أَهْلِهِ ,وَأَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ ,وَقِهِ فِتْنَةَ الْقَبْرِ وَعَذَابَ النَّارِ "رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت فی الصلاة: ۹۶۳، النسائی: ۴/۷۳، ابن ماجة: ۱۵۰۰، الطبرانی: ۸/۷۶-۷۹، البغوی: ۱۴۹۵، احمد: ۲۳/۶، الترمذی: ۱۰۳۶، ابن حبان: ۳۰۷۵، البیهقی: ۴۰۶۴

۵۶۱: حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی، میں نے آپ ﷺ کی ان دعاؤں میں سے یہ دعا یاد رکھی" اے اللہ! اس کی مغفرت فرما، اور اس پر رحم فرما، اسے عافیت عطا فرما اور اس سے درگزر فرما، اس کی مہمان نوازی اچھی فرما، اس کی قبر کشادہ فرما، اسے پانی، برف اور ژالوں سے صاف وشفاف فرما، اسے گناہوں سے ایسے صاف فرما جیسے تو نے سفید کپڑے کو میل

کچیل سے صاف کیا ہے، اسے دنیاوی گھر سے بہتر گھر اور دنیاوی اہل سے بہتر اہل عطا فرما، اسے جنت میں داخل فرما، اسے قبر کے فتنوں اور آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: من دعائه: یہاں من تبعیض کے لیے، یعنی رحمت عالم ﷺ نے نماز جنازہ میں بہت سی دعائیں پڑھیں، ان دعاؤں میں سے ایک دعا میں نے یاد رکھی۔ عافه: فاء مکسور، اسے عافیت عطا فرما۔ نزله : نون اور زاء مضموم، مہمان نوازی۔ مدخله: میم مضموم اور دال ساکن، قبر۔ الدنس: دال اور نون مفتوح، میل کچیل۔ قه: قاف اور ھاء مکسور، اسے بچا۔

تشریح: امام مسلم نے یہ حدیث چار طرق سے نقل کی ہے، تین طرق میں "نقيت الثوب الابيض" مذکور ہے جبکہ ایک طریق میں "ينقى الثوب الابيض" مذکور ہے۔ اسی طرح بلوغ المرام کے بعض نسخوں میں مقدم الذکر اور بعض میں مؤخر الذکر الفاظ مذکور ہیں، نسائی اور ابن حبان وغیرھما بھی مؤخر الذکر الفاظ ہیں۔ اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ آپ ﷺ نماز جنازہ میں بہت سی دعائیں پڑھتے تھے، ان میں سے بعض دعائیں عمومی ہوتی تھی اور بعض میت کے لیے خصوصی ہوتی تھیں۔

فقہی احکام: (۱) نماز جنازہ میں اس قدر دعائیں کی جائیں کہ باشعور زندہ حضرات انہیں سن کر یہ تمنا کریں کہ یہی دعائیں ہم پر بھی پڑھی جائیں۔ (۲) نماز جنازہ بلند آواز سے بھی پڑھی جاسکتی ہے۔

۵۶۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ﷛ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ يَقُولُ "اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا ,وَمَيِّتِنَا, وَشَاهِدِنَا ,وَغَائِبِنَا ,وَصَغِيرِنَا ,وَكَبِيرِنَا ,وَذَكَرِنَا ,وَأُنْثَانَا ,اَللّٰهُمَّ مَنْ أَحْيَيْتَهُ مِنَّا فَأَحْيِهِ عَلَى اَلْإِسْلَامِ ,وَمَنْ تَوَفَّيْتَهُ مِنَّا فَتَوَفَّهُ عَلَى اَلْإِيمَانِ ,اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا أَجْرَهُ ,وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهُ" رَوَاهُ مُسْلِمٌ ,وَالْأَرْبَعَةُ.

الترمذى، ابواب الجنائز، باب مايقول فى الصلاة على الجنازة: ۱۰۳۵، ابوداود: ۳۲۰۱، ابن ماجة: ۱۴۹۸، ابن حبان: ۳۰۷۰، الحاكم: ۱/۱/۵۱۱، البيهقى: ۴/۴۱، المنتقى: ۴/۶۳، النسائى: ۴/۷۴، احمد: ۲/۳۶۸، الطبرانى فى الاوسط: ۵۹۰۹، الطبرانى فى الكبير: ۱۲۶۸۰

تنبیہ: (۱) بلوغ المرام میں اس حدیث کو مسلم کی طرف منسوب کیا گیا ہے جبکہ مسلم میں یہ حدیث نہیں ہے، یہ وہم یقیناً کسی ناسخ کو ہوا ہے۔ (۲) اس حدیث کی نسبت نسائی کی طرف بھی درست نہیں کیونکہ نسائی میں یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے نہیں بلکہ الاشھلی صحابی سے مروی ہے نیز اس میں نصف اول ہے۔ (۳) بلوغ المرام کے زیادہ تر مطبوعہ نسخوں میں لا تضلنا ہے لیکن فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری کی تعلیق سے بلوغ المرام کا جو نسخہ شائع ہوا ہے اس میں لاتضلنا کی جگہ لا تفتنا ہے۔ یہ لفظ امام ابن حبان نے نقل کیا ہے۔

۵۶۲: حضرت ابو ہریرہ ﷛ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز جنازہ پڑھاتے تو یہ دعا مانگتے :" اے اللہ! ہمارے زندوں اور مُردوں، ہمارے موجود اور غائب، ہمارے چھوٹوں اور بڑوں، ہمارے مردوں اور خواتین کی بخشش فرما دے۔ اے اللہ! ہم میں سے جسے آپ زندہ رکھے، اسے حالت اسلام پر زندہ رکھنا اور جسے موت دے، اسے حالت ایمان پر موت دینا۔ اسے اللہ! ہمیں اس کے اجر سے محروم نہ رکھنا، اس کے بعد ہمیں آزمائش میں مبتلا نہ کرنا، اور اس کے بعد ہمیں گمراہ نہ کرنا۔" اسے مسلم اور چاروں نے روایت کیا ہے۔

لغوی تحقیق: لاتحرمنا: تا مفتوح، حاء ساکن اور راء مکسور، فعل نہی ہے جبکہ نا ،مفعول بہ ہے۔ ہمیں محروم مت رکھنا۔ اجره: اس کے اجر سے یعنی ہم نے اس کی موت پر صبر کیا ہے، اس صبر کے اجر سے ہمیں محروم نہ رکھنا۔ لا تضلنا: تاء مضموم، ضاد مکسور، ہمیں اس کی موت کے بعد گمراہ نہ کرنا۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے متعدد طرق سے مروی ہے۔امام ترمذی اور امام ابن حبان وغیرہما نے **علی الایمان** تک الفاظ نقل کیے ہیں، امام ترمذی کی روایت میں **علی الایمان** جبکہ ابن حبان کی روایت میں **علی الاسلام** مؤخر ہے۔امام ابن ماجہ اور امام ابوداؤد نے جو روایت نقل کی ہے اس میں دو الفاظ مزید ہیں یعنی **و لا تضلنا بعدہ** تک ہے علامہ ابن تیمیہ اس حدیث کو **المنتقی** میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اسے احمد اور ترمذی نے نقل کیا جبکہ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے مزید یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں۔**اللھم لا تحرمنا اجرہ و لا تضلنا بعدہ۔**

امام حاکم اور امام بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں یہ دعا علی الایمان تک ہے۔اس روایت کو اگرچہ امام حاکم نے شیخین کی شرط کے مطابق قرار دیا ہے تاہم یہ روایت ضعیف ہے کیونکہ امام احمد، امام ابوزرعہ، امام ابوداؤد اور امام نسائی نے عکرمہ بن عمار کی ان روایات کو مضطرب، مناکیر اور اغالیط قرار دیا ہے جو وہ یحییٰ بن ابی کثیر سے نقل کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی یہ روایت موصوف نے یحییٰ بن ابی کثیر سے ہی نقل کی ہے۔

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا **انثانا** تک روایت کی ہے۔امام نسائی نے ابوابراہیم اشہلی عن ابیہ کے طریق سے بھی اتنے ہی الفاظ نقل کیے ہیں البتہ اس میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی **ذکرنا و انثانا** پہلے اور **صغیرنا و کبیرنا** بعد میں ہے۔جبکہ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی وہ حدیث جسے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے نقل کیا ہے اس میں یہ دعا **علی الایمان** تک ہے۔

امام طبرانی نے یہ دعا حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً نقل کی ہے اس میں **علی الایمان** کے بعد **اللھم عفوک عفوک** کے الفاظ بھی ہیں، اس روایت کو علامہ ہیثمی نے حسن کہا ہے۔حضرت الحارث رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں **واحیاء نا و امواتنا** کے الفاظ ہیں۔یہ روایت لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے۔

فقہی احکام: (۱) نماز جنازہ میں ایک سے زیادہ دعائیں پڑھنا مسنون ہے۔(۲) کبھی کوئی دعا اور کبھی کوئی دعا بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

۵۶۳:وَعَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ " إِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوا لَهُ الدُّعَاءَ "رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

ابوداود، کتاب الجنائز، باب الدعاء للمیت: ۳۱۹۹، ابن حبان: ۳۰۷۶، ۳۰۷۷، ابن ماجۃ: ۱۴۹۷، البیھقی: ۴/۴۰، عبدالرزاق: ۶۴۲۸، ابن الجارود: ۵۴۱

تنبیہ: صحیح ابن حبان میں مروی روایت میں محمد بن اسحاق نے اپنے شیخ محمد بن ابراہیم سے تحدیث کی صراحت کی ہے۔

۵۶۳: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" جب تم کسی میت کی نماز پڑھو تو اس کے لیے خلوص سے دعا کرو۔" ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر جو چھ حقوق ہیں، ان میں سے ایک حق اپنے مسلمان بھائی کا جنازہ پڑھنا بھی ہے۔ظاہر ہے کہ یہ حق فقط اسی صورت میں ادا ہو سکتا ہے جب نماز پڑھنے والے میت کے لیے نہایت خلوص سے دعا کریں، مگر اس وقت مسلم معاشرے کی یہ بدقسمتی ہے کہ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی اکثریت نماز جنازہ کی دعاؤں سے نا آشنا ہے، اور اگر کسی کو یاد بھی ہو تو وہ بھی اسے بارِ گراں خیال کرتے ہوئے اپنے سر سے اتارنے کی جلدی میں ہوتا ہے، اکثر یہ دیکھا گیا ہے کہ نماز جنازہ ایک منٹ یا ایک منٹ اور چند سیکنڈ میں پڑھا دی جاتی ہے۔

مسلم معاشرے کا میت کے ساتھ یہ ناروا سلوک انتہائی قابل مذمت ہے۔آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھنے کی باقاعدہ عملی تربیت

دی ہے، جیسا کہ حضرت سعید بن مسیّب سے مروی مرسل روایت میں ہے کہ پہلے قرأۃ کی جائے پھر نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا جائے اور پھر میت کے لیے اخلاص سے دعا کی جائے۔

فقہی احکام: (۱) میت کا مسلم معاشرے کے افراد پر حق ہے کہ وہ اس کے لیے دعائے مغفرت نہایت خلوص سے کریں۔

(۲) دعائیں نماز جنازہ کے اندر کی جائیں۔

۵۶۴: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "أَسْرِعُوا بِالْجَنَازَةِ ,فَإِنْ تَكُ صَالِحَةً فَخَيْرٌ تُقَدِّمُونَهَا إِلَيْهِ ,وَإِنْ تَكُ سِوَى ذَلِكَ فَشَرٌّ تَضَعُونَهُ عَنْ رِقَابِكُمْ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب السرعة بالجنازة: ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، مسلم: ۹۴۴، ابوداود: ۳۱۸۱، ۳۱۸۳، الترمذی: ۱۰۲۶، النسائی: ۴۲/۴، ابن ماجة: ۱۴۷۷، احمد: ۲۴۰/۲، البیهقی: ۲۱/۴

۵۶۴: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: " جنازہ لیکر جانے میں جلدی کیا کرو، کیونکہ اگر مرنے والا نیک ہے تو پھر اس کے لیے یہ بہتر ہے کہ تم اسے اس کے بہتر مقام تک جلدی پہنچاؤ، اور اگر وہ ایسا نہیں ہے تو پھر وہ شر ہے، لہٰذا تم اس شر کو اپنی گردنوں سے جلدی نیچے رکھو۔"

لغوی تحقیق: اسرعوا: باب افعال ہونے کی وجہ سے ہمزہ قطعی مفتوح، سین ساکن اور راء مکسور ہے، جلدی لیکر چلو۔ تضعونه: اسے نیچے رکھو۔ رقاب: رقبة کی جمع ہونے کی وجہ سے راء مکسور ہے۔

تشریح: یہ حدیث حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ بعض دوسرے صحابہ سے بھی مروی ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "میت کو جب کندھوں پر اٹھالیا جاتا ہے تو اگر وہ نیک ہوتی ہے تو کہتی ہے، مجھے جلدی لیکر چلو اور اگر وہ بد ہوتی ہے تو پھر کہتی ہے، ہم پر افسوس! تم مجھے کہاں لیکر جارہے ہو، اس کی یہ آواز (جن اور) انسان کے علاوہ باقی ساری مخلوق سنتی ہے، اگر اس کی آواز انسان سن لے تو وہ اپنے حواس کھودے۔"

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ ہم ایک جنازے کو آہستہ آہستہ لیکر چل رہے تھے، حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نے کوڑا لہراتے ہوئے فرمایا، ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں جنازہ لیکر نہایت تیز چلتے تھے۔

فقہی احکام: (۱) تجہیز و تکفین اور تدفین میں غیر ضروری تاخیر درست نہیں۔ (۲) جنازہ اٹھا کر قدرے تیز چلنا چاہیے۔

(۳) چارپائی پر لیٹی ہوئی میت اخروی زندگی میں داخل ہوچکی ہوتی ہے۔

۵۶۵: وَعَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "مَنْ شَهِدَ الْجَنَازَةَ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا فَلَهُ قِيرَاطٌ ,وَمَنْ شَهِدَهَا حَتَّى تُدْفَنَ فَلَهُ قِيرَاطَانِ " قِيلَ وَمَا الْقِيرَاطَانِ؟ قَالَ "مِثْلُ الْجَبَلَيْنِ الْعَظِيمَيْنِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَلِمُسْلِمٍ "حَتَّى تُوضَعَ فِي اللَّحْدِ " وَلِلْبُخَارِيِّ "مَنْ تَبِعَ جَنَازَةَ مُسْلِمٍ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا ,وَكَانَ مَعَهُ حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهَا وَيُفْرَغَ مِنْ دَفْنِهَا فَإِنَّهُ يَرْجِعُ بِقِيرَاطَيْنِ ,كُلُّ قِيرَاطٍ مِثْلُ أُحُدٍ "

البخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن: ۱۳۲۵، مسلم: ۹۴۵، ۹۴۶، ابوداود: ۳۱۶۸، النسائی: ۷۶/۴، ابن ماجة: ۱۵۳۹، ابن حبان: ۳۰۷۸، البیهقی: ۴۱۲/۳، احمد: ۴۰۱/۲، ۲۷/۳، مجمع البحرین: ۴۱۵/۲، ابن جارود: ۵۲۶

۵۶۵: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " جو شخص جنازے کے ساتھ جائے اور نماز جنازہ پڑھنے تک

جنازے کے ساتھ رہے، اس کے لیے ایک قیراط ہے اور جو تدفین تک ساتھ رہے، اس کے لیے دو قیراط ہیں۔" (آپ ﷺ سے) دریافت کیا گیا کہ دو قیراط سے کیا مراد ہے، (آپ ﷺ نے فرمایا):" دو قیراط دو بڑے پہاڑوں کے برابر ہیں۔" (بخاری ومسلم) اور صحیح مسلم میں ہے،" یہاں تک کہ میت کو لحد میں رکھ دیا جائے۔" اور صحیح بخاری میں ہے،" جو مسلمان شخص حالت ایمان میں حصول ثواب کی نیت سے جنازے کے پیچھے چلتا ہے، نماز جنازہ اور تدفین میں شریک رہتا ہے، وہ دو قیراط ثواب لیکر واپس لوٹتا ہے، ہر قیراط احد پہاڑ کے برابر ہے۔"

لغوی تحقیق: **قیــراط**: وزن کرنے کا ایک پیمانہ ہے، مختلف زمانوں میں مختلف مقداروں پر دلالت کرتا رہا ہے، آج کل اس کا وزن گندم کے چار دانوں کے برابر تصور کیا جاتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے عہد میں بھی یقیناً یہ مختلف مقداروں کو ظاہر کرتا ہوگا، تبھی صحابہ نے رسول اللہ ﷺ سے اس کی وضاحت چاہی، **ایمــانــا**: نماز جنازہ میں شریک ہونے والا شخص مؤمن موحد ہو یعنی اگر وہ مشرک ہوگا تو پھر وہ اس عظیم بشارت سے محروم رہے گا۔ **احتسابا**: جنازے میں شریک ہونے والا اجر ثواب کا طالب ہو، یعنی فقط چہرہ دیکھانے کیلئے نہ آیا ہو۔ **اللحد**: کا لغوی معنی راستے سے ہٹنا ہے، شرعی اصطلاح میں قبر کی اس شکل کو لحد کہا جاتا ہے جو بغلی کی صورت میں ہو۔

تشریح: مسلمان کے مسلمان پر جو چھ حقوق ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی نماز جنازہ میں شرکت کی جائے۔ اس حدیث میں اس حق کی ادائیگی کا معاوضہ بیان کیا گیا ہے، یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی نماز جنازہ میں شریک ہوتا ہے وہ خوش نصیب ایک طرف تو اپنے فرض کی ادائیگی سے عہدہ براہوتا ہے اور دوسری طرف اجر عظیم کا مستحق قرار پاتا ہے، قیراط اگرچہ انسانوں کے نزدیک ایک نہایت معمولی مقدار کو تولنے کا پیمانہ ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اتنا بڑا پیمانہ ہے جس کے ذریعے احد پہاڑ جیسے وزنی پہاڑ کا وزن کیا جاسکتا ہے۔

یہ حدیث آپ ﷺ سے متعدد صحابہ نے بیان کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس حدیث کو اکثر بیان کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ کو اس حدیث کی تصدیق کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیجا، تو انہوں نے کہا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ درست کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ حدیث حضرت ابوسعید خدری، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہما مولیٰ رسول اللہ ﷺ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، اور ان سب میں قیراط کا وزن بھی مذکور ہے۔

فقہی احکام: (۱) مسلمان بھائی کی نماز جنازہ میں شریک ہونے کا ثواب احد پہاڑ کے برابر ہے۔

(۲) تدفین میں شریک ہونے کا ثواب بھی احد پہاڑ کے برابر ہے۔ (۳) جنازے میں شرکت ایمان کا تقاضا ہے۔

۵۲۶: وَعَنْ سَالِمٍ ,عَنْ أَبِيهِ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ رَأَى اَلنَّبِيَّ ﷺ وَأَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ ,يَمْشُونَ أَمَامَ الْجَنَازَةِ. رَوَاهُ اَلْخَمْسَةُ، وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَأَعَلَّهُ النَّسَائِيُّ وَطَائِفَةٌ بِالْإِرْسَالِ.

ابوداود، کتاب الجنائز، باب المشی امام الجنازة: ۳۱۷۹، ۳۱۸۰، الترمذی: ۱۰۱۸، ۱۰۲۰، النسائی: ۵۶/۴، ابن ماجة: ۱۴۸۲، احمد: ۸/۲، ۱۲۲/۲، ۲۴۶/۴، الدارقطنی: ۷۰/۲، البیهقی: ۲۳/۴، ابن حبان، کتاب الجنائز، مایستحب للمرء اذا شهدجنازة: ۳۰۴۵ـ ۳۰۴۹، الطیالسی: ۱۸۱۷، ابن ابی شیبة: ۲۷۷/۳، الطبرانی: ۱۲/ ۱۳۱۳۴، ۱۳۱۳۳، عبدالرزاق: ۶۲۵۹، الطحاوی: ۴۸۰/۴، التحقیق لابن جوزی: ۹۴۴، ۹۴۹، الاحکام الوسطی: ۱۳۷/۲، الارواء: ۱۸۷/۳، ۱۹۱، الخلاصة للنووی: ۹۹۶/۲، ۹۹۷، مسائل احمد: ۱۹۲۰، معرفة السنن والآثار: ۱۵۰/۳ ـ ۱۵۵

٥٦٦: حضرت سالم اپنے والد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو جنازے کے آگے چلتے دیکھا ہے۔ اسے پانچوں نے بیان کیا ہے، ابن حبان نے اسے صحیح میں روایت کیا ہے، امام نسائی اور بعض نے اسے مرسل قرار دیا ہے۔

لغوی تحقیق: الارسال: اس سے مراد یہ ہے کہ یہ روایت مرسل ہے، مرسل اس روایت کو کہتے ہیں، جسے تابعی یا تبع تابعی براہ راست رسول اللہ ﷺ سے نقل کرے، ایسی روایت اس وقت تک حجت نہیں ہوتی جب تک اسے مرفوع روایت کی تائید حاصل نہ ہو۔

تشریح: اس حدیث کے مرکزی راوی امام زہری ہیں، ان سے یہ حدیث ابن جریج، زیاد بن سعد اور سفیان وغیرہم موصولاً نقل کرتے ہیں، جبکہ امام مالک، معمر اور یونس بن یزید ایلی نے مرسل روایت کی ہے۔

اس حدیث کو امام نسائی، عبداللہ بن مبارک، امام احمد بن حنبل اور امام ابن جوزی اور حافظ عبدالحق اشبیلی نے مرسل قرار دیا ہے۔

علامہ ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو مرفوع قرار دیا ہے۔ اور ابن عیینہ کے متعدد ساتھیوں مثلاً منصور بن المعتمر، زیاد بن سعد، بکر بن وائل، محمد بن عبداللہ بن مسلم، یونس بن عبید، عقیل بن خالد، عباس بن حسن، محمد بن عبدالرحمٰن، موسیٰ بن عقبہ اور شعیب بن ابی حمزہ نے ان کی متابعت کی ہے۔ یہ متابعت سر آنکھوں پر، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں جس کا اظہار محدثین نے کیا ہے، کیونکہ ماہرین ہی اپنے شعبے کی باریکیوں سے آگاہ ہوتے ہیں۔ یہ بات ایک عجوبہ سے کم نہیں کہ ایک روایت کو سفیان بن عیینہ جیسا عظیم محدث نقل کرے اور اس کی متابعت کم از کم اس کے دس ساتھی کریں لیکن نامور ماہرین فن پھر بھی اس حدیث کو مرسل قرار دیں۔

یونس بن یزید ایلی نے امام زہری کے طریق سے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم جنازے کے آگے چلتے تھے۔

یہ روایت اگرچہ بظاہر صحیح معلوم ہوتی ہے، لیکن یہ بھی معلول ہے کیونکہ اس روایت میں تین علتیں موجود ہیں۔

(۱) یہ مضطرب ہے کیونکہ ابوزرعہ نے یونس بن یزید سے اسی سند سے یہ روایت نقل کی ہے، مگر اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر اور عثمان جنازے کے پیچھے چلتے تھے۔ (۲) امام بخاری نے اس حدیث کو مرسل قرار دیا ہے اور موصولاً نقل کرنے میں ابوبکر برسانی کی خطا قرار دیا ہے، جبکہ امام احمد نے اسے یونس بن یزید کا وہم قرار دیا ہے۔ (۳) علامہ ناصر الدین البانی فرماتے ہیں کہ امام زہری نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نہیں سنا۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جنازے کے ساتھ خاموشی سے چلا جائے، آگ ساتھ نہ ہو اور نہ جنازے کے آگے چلا جائے۔" اس روایت کی سند میں باب بن عمیر اور اس کا استاد دونوں مجہول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "جو جنازے کے آگے چلتا ہے وہ ہم میں سے نہیں۔" یہ روایت ابو ماجد کے مجہول اور یحیٰ بن عبداللہ کے ضعیف ہونے کی وجہ سے معلول ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "سوار جنازے کے پیچھے چلیں جبکہ پیدل چلنے والوں کو اختیار ہے (وہ آگے چلیں یا پیچھے)۔

فقہی احکام: (۱) موٹر سائیکلوں اور گاڑیوں پر بیٹھنے والوں کو جنازے کے پیچھے چلنا چاہیے (۲) پیدل چلنے والے آگے اور پیچھے چل سکتے ہیں

٥٦٧: **وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ** رضی اللہ عنہا **قَالَتْ ، نُهِينَا عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ ,وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.**

البخاری، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز: ١٢٧٨، مسلم: ٩٣٨، ابوداؤد؛ ٣١٦٧، ابن ماجة: ١٥٧٧، ١٥٧٨،

احمد: ۴۰۹/۲، البیهقی: ۷۷/۴، عبدالرزاق: ۴۵۴/۳، المقصد العلیٰ لابن یعلیٰ: ۴۵۰، الحاکم: ۵۳۰/۱، المعجم الاوسط للطبرانی: ۸۴۰۵

۵۶۷: حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ ہمیں جنازوں میں شریک ہونے سے منع کر دیا گیا تھا، لیکن ممانعت لازمی قرار نہیں دی تھی۔ بخاری ومسلم

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ خواتین کو چاہیے کہ وہ جنازوں میں شریک ہونے سے گریز کریں، البتہ اگر نماز جنازہ مسجد یا کسی ایسی جگہ میں پڑھایا جائے جہاں خواتین آسانی سے شریک ہوسکتی ہوں تو وہ اس میں شرکت کر سکتی ہیں۔ یقیناً ایسا کرنے پر وہ عنداللہ ماجور ہوں گی۔ واضح رہے کہ جن روایات میں یہ مذکور ہے کہ خواتین کو نماز جنازہ میں شریک ہونے پر کچھ ثواب نہیں ملتا، وہ سب ضعیف ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت حارث بن زیاد، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت اسماعیل بن سلیمان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی روایت ربیعہ بن سیف اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت سلیمان بن ربیع، صہیب بن محمد اور عباد بن صہیب کی وجہ سے ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: خواتین جنازے میں شریک ہوسکتی ہیں۔

۵۶۸: وَعَنْ أَبِی سَعِیدٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ " إِذَا رَأَیْتُمُ الْجَنَازَةَ فَقُومُوا ,فَمَنْ تَبِعَهَا فَلَا یَجْلِسْ حَتَّی تُوضَعَ " مُتَّفَقٌ عَلَیْهِ

البخاری، کتاب الجنائز، باب من تبع جنازةفلا یقعد حتی توضع: ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، مسلم: ۹۵۹، ۹۶۲، ابوداود: ۳۱۷۳، الترمذی: ۱۰۵۳، ابن ماجة: ۱۵۶۳، النسائی: ۴۵/۴، ۴۷، معرفة السنن والآثار: ۱۵۵/۳۔ ۱۱۵۸

۵۶۸: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ، اور جو جنازے کے ہمراہ چلے وہ جنازہ زمین پر رکھنے سے پہلے مت بیٹھے۔ (بخاری ومسلم)

تشریح: اس مفہوم کی احادیث دیگر صحابہ سے مروی ہیں۔

حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اگر تم جنازے کے ساتھ نہیں جا سکتے تو پھر جنازے کو دیکھ کر اس وقت تک کھڑے رہو، جب تک وہ آگے نہ گزر جائے یا اسے زمین پر رکھ نہ دیا جائے۔"

حضرت جابر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث میں کھڑے ہونے کی علت بھی مذکور ہے۔ وہ کہتے ہیں ایک جنازہ گزرا جسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کھڑے ہو گئے اور ہم بھی آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے پھر ہم نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ! یہ میت تو ایک یہودی عورت کی تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: "موت انسان کیلئے باعث اضطراب ہے، لہٰذا تم جب بھی جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ"

حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: " کیا یہودی انسان نہیں؟ "حضرت عائشہ اور حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے نزدیک کھڑے ہونے کی ایک دوسری علت ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ ناپسند فرمایا کہ یہودی کی میت آپ ﷺ کے سر مبارک سے بلند ہو۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں، آپ ﷺ کے کھڑے ہونے کی ایک تیسری علت بیان ہوئی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے قریب سے ایک جنازہ گزرا آپ ﷺ اسے دیکھ کر کھڑے ہو گئے تو آپ ﷺ سے کہا گیا کہ یہ میت یہودی کی ہے،

آپ ﷺ نے فرمایا:"ہم تو فرشتوں کے لیے کھڑے ہوئے ہیں۔"اس روایت کو اگرچہ امام نووی نے مسلم کی شرط کے مطابق صحیح قرار دیا ہے تاہم یہ روایت حماد بن سلمہ اور قتادہ کے عنعنہ کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم منسوخ ہو چکا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ پہلے رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوا کرتے تھے، لیکن بعد میں بیٹھے رہتے تھے، امام بیہقی کے طریق سے مروی روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کھڑے ہوئے تھے اور ہمیں بھی کھڑے ہونے کا حکم فرمایا تھا، مگر بعد میں آپ ﷺ بیٹھنے لگے اور ہمیں بھی بیٹھے رہنے کا حکم دیا۔

فقہی احکام: یہ حدیث منسوخ ہے اس لئے اس سے کوئی حکم مستنبط نہیں ہوتا۔

۵۶۹: وَعَنْ أَبِي إِسْحَاقَ ,أَنَّ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ يَزِيدَ رضی اللہ عنہ أَدْخَلَ الْمَيِّتَ مِنْ قِبَلِ رِجْلَيِ الْقَبْرِ، وَقَالَ هَذَا مِنَ السُّنَّةِ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابو داود، كتاب الجنائز، باب فى الميت يدخل من قبل رجليه: ۳۲۱۱،البيهقي: ۵۴/۴،معرفة السنن و الآثار: ۲۱۷۵ - ۲۱۷۸،ابن ماجة: ۱۵۵۲

۵۶۹: حضرت ابواسحاق بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن یزید رضی اللہ عنہ نے میت کو اس کے پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کیا اور فرمایا، مسنون طریقہ یہی ہے۔(ابوداؤد)

تشریح: ابواسحاق اگرچہ مدلس ہے لیکن امام شعبہ چونکہ مدلس راوی سے روایت اس وقت تک نہیں لیتے تھے، جب تک وہ سماعت کی صراحت سے آگاہ نہیں ہو جاتے تھے۔ یہ روایت چونکہ امام شعبہ نے ابواسحاق سے نقل کی ہے، اس لیے معنعن ہونے کے باوجود سماع پر محمول ہوگی۔ اس روایت کے معارض دو طرح کی روایات ہیں۔ بعض میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو دفن کرتے وقت آپ ﷺ کا پہلے سر داخل کیا گیا، اور بعض میں ہے کہ آپ ﷺ کے جسد اطہر کو ایک ساتھ قبر میں داخل کیا گیا۔ یہ دونوں روایات ضعیف ہیں۔

فقہی احکام: میت کو قبر میں داخل کرتے وقت پہلے اس کے پاؤں قبر میں داخل کیے جائیں۔

۵۷۰: وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ,عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ " إِذَا وَضَعْتُمْ مَوْتَاكُمْ فِي الْقُبُورِ ,فَقُولُوا ، بِسْمِ اللَّهِ ,وَعَلَى مِلَّةِ رَسُولِ اَللَّهِ ﷺ. أَخْرَجَهُ أَحْمَدُ ,وَأَبُو دَاوُدَ ,وَالنَّسَائِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ ,وَأَعَلَّهُ الدَّارَقُطْنِيُّ بِالْوَقْفِ.

ابو داود، كتاب الجنائز، باب الدعاء للميت اذا وضع فى قبره: ۳۲۱۳، احمد: ۲۷/۲، الترمذى: ۱۰۵۷، ابن ماجة: ۱۵۵۰، البيهقى: ۵۵/۴، الدارقطنى: ۷۶/۲، ابن حبان: ۳۱۰۹، ۳۱۱۰، معرفة السنن و الآثار: ۱۸۶/۳، النسائى فى الكبرىٰ: ۲۶۸/۶

۵۷۰: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" جب تم اپنے مُردوں کو قبر میں اتارو تو بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ پڑھو۔"اسے احمد، ابوداؤد اور نسائی نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے اسے صحیح کہا ہے، امام دارقطنی نے اسے موقوف قرار دیا ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے متعدد طرق سے مروی ہے۔ ہمام بن یحییٰ نے یہ روایت قتادہ سے مرفوعاً نقل کی ہے، اور ہشام دستوائی نے قتادہ سے موقوفاً نقل کی ہے، جبکہ امام شعبہ نے قتادہ سے موقوفاً اور مرفوعاً ہر دو طرح سے نقل کی ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت ابوصدیق ناجی کے علاوہ نافع اور سعید بن مسیّب نے بھی نقل کی ہے، مگر یہ دونوں طرق ضعیف ہیں۔ نافع سے مروی طریق حجاج اور لیث بن ابی سلیم کی وجہ سے ضعیف ہے، جبکہ سعید بن مسیّب سے مروی طریق حماد بن عبدالرحمٰن کی وجہ سے ضعیف ہے۔

امام حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ جبکہ امام بیہقی اور امام دارقطنی نے

مرفوع روایت کو ہمام بن یحیٰ کا تفرد قرار دیتے ہوئے موقوف طریق کو راجح قرار دیا ہے۔ان آئمہ کی رفعت شان اپنی جگہ پر مگر حقیقت یہ ہے کہ اس روایت کو مرفوع بیان کرنے میں ہمام بن یحیٰ منفرد نہیں کیونکہ امام شعبہ نے ان کی متابعت کی ہے جیسا کہ صحیح ابن حبان میں امام شعبہ کے طریق سے یہ حدیث مرفوعاً مذکور ہے۔

فقہی احکام: میت کو دفن کرتے وقت مذکورہ الفاظ پڑھنے مسنون ہے۔

۵۷۱: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ قَالَ "كَسْرُ عَظْمِ الْمَيِّتِ كَكَسْرِهِ حَيًّا" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ بِإِسْنَادٍ عَلَى شَرْطِ مُسْلِمٍ

ابو داود، کتاب الجنائز، باب فی الحفار یجد العظم هل یتنکب ذالک المکان: ۳۲۰۷، احمد: ۶/ ۵۸، ابن ماجة: ۱۶۱۶، الدارقطنی: ۳/ ۱۸۸، الارواء: ۳/ ۲۱۴، بیان الوهم والایهام: ۴/ ۲۱۲، ابن حبان: ۳۱۶۷، مشکل الآثار: ۲/ ۱۰۸، المؤطا: ۱/ ۲۳۹، المجموع للنووی: ۵/ ۳۰۰

۵۷۱: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:" مردہ انسان کی ہڈی توڑنے کا گناہ اتنا ہی ہے جتنا کہ زندہ انسان کی ہڈی توڑنے کا ہے۔" یہ روایت امام ابوداؤد نے امام مسلم کی شرط کے مطابق نقل کی ہے۔

تشریح: اس حدیث کو امام نووی اور علامہ ناصر الدین نے صحیح قرار دیا ہے۔جبکہ امام ابن قطان نے اسے حسن کہا ہے۔حسن کہنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ عمرة بنت عبدالرحمٰن سے یہ روایت سعد بن سعید نقل کرتے ہیں اور وہ مختلف فیہ ہیں، کیونکہ انہیں امام مسلم اور امام عجلی نے ثقہ اور امام ابن معین نے صالح کہا ہے۔جبکہ امام احمد نے ضعیف اور امام نسائی نے لیس بالقوی کہا ہے۔راقم کے نزدیک اس حدیث کا صحیح لغیرہ ہونا راجح ہے۔کیونکہ سعد بن سعید کی متابعت ان کے متعدد معاصرین نے کی ہے۔

فقہی احکام: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ میت کے اعضا نکال کر ان کی پیوندکاری کرنا درست نہیں،البتہ علاج ومعالجہ کی خاطر آپریشن اور تحقیق وتفتیش کیلئے پوسٹ مارٹم کرنا درست ہے۔

۵۷۲: وَزَادَ ابْنُ مَاجَهْ مِنْ حَدِيثِ أُمِّ سَلَمَةَ رضی اللہ عنہا" فِي الْإِثْمِ "

ابن ماجة، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب فی النهی عن کسر عظام المیت: ۱۶۱۷

۵۷۲: امام ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے جو حدیث نقل کی ہے اس میں فی الاثم مزید مذکور ہے۔

تشریح: امام بوصیری نے اس روایت کے ایک راوی عبداللہ بن زیاد کو مجہول قرار دیا ہے۔واضح رہے کہ اس نام کے کئی راوی ہیں۔معلوم نہیں کہ اس سے مراد کونسا عبداللہ بن زیاد ہے۔

۵۷۳: وَعَنْ سَعْدِ بْنِ أَبِي وَقَّاصٍ رضی اللہ عنہ قَالَ أَلْحِدُوا لِي لَحْدًا ,وَانْصِبُوا عَلَيَّ اللَّبِنَ نَصْبًا ,كَمَا صُنِعَ بِرَسُولِ اللَّهِ ﷺ. رَوَاهُ مُسْلِمٌ .

مسلم، کتاب الجنائز، باب فی اللحد ونصب اللبن علی المیت: ۹۶۶، النسائی: ۴/ ۸۰، ابن ماجة: ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، احمد: ۱/ ۱۶۹، البیهقی: ۴/ ۴۰۷، عبدالرزاق: ۳/ ۴۷۷، الترمذی: ۱۰۵۶، ابوداود: ۳۲۰۸، ابن حبان: ۶۶۳۵

۵۷۳: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کہا، میرے لیے بغلی والی قبر بنانا اور مجھ پر کچی اینٹیں چننا، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کے لیے کیا گیا تھا۔مسلم

لغوی تحقیق: اللبن: لام مفتوح اور باء مکسور، کچی اینٹ۔

تشریح: قبر دو طرح کی ہوتی ہے جو گھڑے کے وسط میں بنائی جاتی ہے اسے "شق" اور جو قبلہ رُخ کی طرف دیوار کے نیچے کھودی جاتی ہے اسے "لحد" کہتے ہیں۔ اگرچہ شق کی صورت میں قبر بنانا جائز ہے تاہم لحد کی صورت میں قبر بنانا افضل ہے۔ اور جن روایات میں شق کی صورت میں قبر بنانے کی ممانعت مذکور ہے، وہ سب ضعیف ہیں۔

حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "لحد ہمارے لیے ہے جبکہ شق اہل کتاب کیلئے ہے۔" یہ روایت عثمان بن عمیر اور ابو جناب کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی روایت میں ہے کہ "لحد ہمارے لیے اور شق ہمارے غیر کے لیے ہے۔" یہ روایت علی بن عبدالاعلیٰ کی وجہ سے ضعیف ہے۔ حضرت عائشہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے مروی روایات میں بھی یہ صراحت ہے کہ آپ ﷺ کیلئے لحد بنائی گئی اور لحد پر کچی اینٹیں چنی گئیں۔

فقہی احکام: (۱) رسول اللہ ﷺ کیلئے لحد بنائی گئی تھی، بنا بریں لحد بنانا افضل ہے۔

(۲) قبر میں کچی اینٹ کا استعمال مسنون ہے اور پکی اینٹوں کے استعمال سے گریز کرنا چاہیے۔

۵۷۴: وَلِلْبَيْهَقِيِّ عَنْ جَابِرٍ نَحْوُهُ ,وَزَادَ ، وَرُفِعَ قَبْرُهُ عَنِ الْأَرْضِ قَدْرَ شِبْرٍ . وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ .

ابن حبان، كتاب التاريخ، باب وفاته: ۶۶۳۵، البيهقي: ۶۸۳۵

۵۷۴: امام بیہقی نے اسی طرح کی ایک حدیث حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے طریق سے نقل کی ہے، اس میں یہ الفاظ بھی ہیں، آپ ﷺ کی قبر زمین سے ایک بالشت کے برابر اونچی بنائی گئی تھی، اسے ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: اس روایت سے واضح ہوا کہ قبر کو ایک بالشت تک زمین سے بلند کیا جا سکتا ہے۔

۵۷۵: وَلِمُسْلِمٍ عَنْهُ ، نَهَى رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ ,وَأَنْ يُقْعَدَ عَلَيْهِ ,وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ.

مسلم، كتاب الجنائز، باب النهي عن تجصيص القبر و البناء عليه: ۹۷۰، النهي عن الجلوس على القبر و الصلاة عليه: ۹۷۱، ۹۷۲،

ابن ماجة: ۱۵۶۲ - ۱۵۶۴، التلخيص: ۱۳۲/۲

۵۷۵: امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر کے پختہ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

لغوی تحقیق: يجصص: یاء مضموم، جیم اور صاد مفتوح یعنی چونا گچ کی جائے۔

تشریح: ابن ماجہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبر پر کتبہ لگانے سے بھی منع فرمایا، علامہ ناصر الدین البانی نے ان الفاظ کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے قبروں پر بیٹھنے اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے۔ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے قبروں پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

فقہی احکام: قبروں کو پختہ کرنا، ان پر بیٹھنا، کتبہ لگانا، عمارت تعمیر کرنا اور ان کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا منع ہے۔

۵۷۶: وَعَنْ عَامِرِ بْنِ رَبِيعَةَ رضي الله عنه أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلَّى عَلَى عُثْمَانَ بْنِ مَظْعُونٍ ,وَأَتَى الْقَبْرَ ,فَحَثَى عَلَيْهِ ثَلَاثَ حَثَيَاتٍ , وَهُوَ قَائِمٌ. رَوَاهُ اَلدَّارَقُطْنِيُّ.

الدارقطني: ۷۶/۲، ابن ماجة: ۱۵۶۵، الاوراء: ۲۰۰/۳

۵۷۶: حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی، پھراس کی قبر پر تشریف لائے اوراس پر تین لپ مٹی ڈالی۔(دار قطنی)

لغوی تحقیق: حثیات : حثیة کی جمع ہے،یعنی لپ۔

تشریح: قاسم بن عبداللہ العمری اور عاصم بن عبید اللہ دونوں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ہیں۔اور دونوں محدثین کے نزدیک سخت مجروح ہیں۔اس وجہ سے یہ روایت ضعیف ترین ہے۔لیکن متن کے اعتبار سے یہ روایت صحیح ہے کیونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک میت کی نماز جنازہ پڑھی پھراس کی قبر پر تشریف لائے اوراس کے سر کی جانب سے اس پر تین لپ مٹی ڈالی۔اس روایت کے جملہ رواۃ ثقہ ہیں اورعلامہ ناصرالدین نے اس سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

فقہی احکام: قبر پر تین لپ مٹی ڈالنا مسنون ہے۔

۵۷۷:وَعَنْ عُثْمَانَ رضی اللہ عنہ قَالَ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ إِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ وَقَالَ "اِسْتَغْفِرُوا لِأَخِيكُمْ وَسَلُوا لَهُ التَّثْبِيتَ ,فَإِنَّهُ الْآنَ يُسْأَلُ" رَوَاهُ أَبُو دَاوُدَ ,وَصَحَّحَهُ الْحَاكِمُ.

ابوداود، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت: ۳۲۲۱، الحاکم: ۵۲۶/۱، البیهقی: ۵۶/۴، التلخیص: ۱۳۵/۲

۵۷۷:حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب میت کو دفن کر کے فارغ ہوتے تو قریب سے قریب تر کھڑے ہو کر فرماتے:" اپنے بھائی کے لیے بخشش طلب کرو،اوراس کے لیے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اس وقت اس سے باز پرس ہو رہی ہے۔" اسے ابوداوٗد نے روایت کیا ہے،اور حاکم نے صحیح کہا ہے۔

لغوی تحقیق: التثبیت:باب تفعیل سے مصدر ہے،یعنی ثابت قدم رہنا۔

تشریح: موت کے بعد قبر وہ پہلا مقام ہے، جہاں انسان کو اپنی کارکردگی کی کاروائی فرشتوں کے سامنے پیش کرنا ہوتی ہے۔اگر انسان اس مرحلہ کو بخیر وخوبی سرانجام دے لے تو پھر وہ یقیناً جنت میں داخلے تک تمام مراحل طے کرنے میں کامیاب ہوجائے گا۔محترم ہانی مولیٰ عثمان بیان کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو ان کی آنکھیں اشک بار ہوجاتیں،جس سے ان کی داڑھی تر ہوجاتی، ان سے عرض کیا گیا کہ جب آپ جنت وجہنم کا تذکرہ کرتے ہو تو اس وقت آپ اس قدر نہیں روتے جس قدر قبر کے ذکر پر روتے ہو؟ انہوں نے فرمایا،قبر آخرت کے مراحل میں سے پہلا مرحلہ ہے،اگر انسان اس سے باحفاظت گزر گیا تو باقی مراحل اس کیلئے آسان تر ہونگے،اوراگر وہ اس میں ناکام رہا،تو پھر بعد والے مراحل اس کیلئے سخت تر ہونگے۔یہ روایت عبداللہ بن بجیر کی وجہ سے عمدہ نہیں البتہ زیر تشریح روایت کو امام حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔

فقہی احکام: (۱) قبر میں جواب طلبی ہوتی ہے۔(۲) جواب طلبی کا یہ عمل اسی وقت شروع ہوجاتا ہے، جب اس کی تدفین کا عمل مکمل ہوجاتا ہے۔قبر پر کھڑے ہو کر اور مدفون کیلئے دعائے استغفار کرنا مسنون ہے۔

۵۷۸:وَعَنْ ضَمْرَةَ بْنِ حَبِيبٍ أَحَدِ التَّابِعِينَ قَالَ ،كَانُوا يَسْتَحِبُّونَ إِذَا سُوِّيَ عَلَى الْمَيِّتِ قَبْرُهُ ,وَانْصَرَفَ النَّاسُ عَنْهُ, أَنْ يُقَالَ عِنْدَ قَبْرِهِ ، يَا فُلَانُ! قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ثَلَاثُ مَرَّاتٍ ,يَا فُلَانُ! قُلْ رَبِّيَ اللَّهُ ,وَدِينِيَ الْإِسْلَامُ ,وَنَبِيِّ مُحَمَّدٌ ﷺ. رَوَاهُ سَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ مَوْقُوفًا.

التخلیص: ۱۳۶/۲

۵۷۸: ضمرۃ بن حبیب تابعی کا قول ہے کہ جب لوگ تدفین سے فارغ ہو کر واپس ہونے لگتے تو یہ الفاظ کہنے کو مستحب خیال کرتے تھے کہ فلاں! **لاالــہ الاالــلــہ** کہہ دو، وہ ایسا تین مرتبہ کہتے پھر کہتے، اے فلاں کہہ دو، میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے، اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں۔ اسے سعید بن منصور نے موقوف بیان کیا ہے۔

تشریح: ضمرۃ بن حبیب تابعی ہیں۔ تابعی کا قول حجت شرعیہ میں سے نہیں ہے، لہٰذا یہ قابل عمل نہیں جبکہ صحیح حدیث میں میت کی تدفین کے بعد اس کیلئے ثابت قدم رہنے کی دعا کرنا مذکور ہے۔

۵۷۹: وَلِلطَّبَرَانِيِّ نَحْوُهُ مِنْ حَدِيثِ أَبِي أُمَامَةَ مَرْفُوعًا مُطَوَّلًا.

المعجم الكبير للطبراني: ۷۹۷۹، تخريج الاحياء للعراقي: ۴/۴۹۲، شرح الاحياء: ۱۰/۳۶۸، زاد المعاد: ۱/۵۲۳، تهذيب سنن ابی داؤد: ۱۳/۲۹۳، شرح الاذكار: ۴/۱۹۶، المجموع: ۵/۳۰۴، الآلى المنثورة: ۹۵، التلخيص الحبير: ۲/۱۳۵، ۱۳۶، مجمع: ۳/۳۸

۵۷۹: طبرانی میں اس کی مثل حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت مفصل مذکور ہے۔

تشریح: یہ روایت حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے سعید بن عبداللہ اور جابر بن سعید ازدی نقل کرتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ کے پاس اس وقت پہنچا جب وہ نزاع کے عالم میں تھے۔ پھر یہ دونوں ایک ہی طرح کی مفصل روایت نقل کرتے ہیں۔ اس روایت کے دونوں طرق باطل اور سخت ضعیف ہیں، کیونکہ دونوں اسناد میں ایسے راویوں کی قطاریں ہیں جن میں سے بعض مجہول، کچھ ضعیف اور ایک آدھ فتنہ وضع الحدیث میں بھی مبتلا رہا ہے۔

اسی سند میں رواۃ کی ایک ایسی جماعت ہے جن کے تراجم راقم کو نہیں مل سکے۔ اس روایت کا پہلا راوی سعید بن عبداللہ اودی ہے۔ اگر یہ ابن ضرار ہے تو پھر یہ ضعیف ہے ورنہ مجہول ہے، اس سے یہ روایت عبداللہ بن محمد نقل کرتا ہے یہ بھی مجہول ہے اس سے یہ روایت اسماعیل بن عیاش سے نقل کرتے ہیں، اسماعیل بن عیاش اپنے شامی شیوخ میں ثقہ اور غیر شامی شیوخ میں ضعیف ہے۔ عبداللہ بن محمد بظاہر غیر شامی محسوس ہو رہا ہے۔ اسماعیل سے یہ روایت محمد بن ابراہیم بن علا نقل کرتا ہے اس پر ابن موسیٰ نے کلام نقل کیا ہے۔ اس سے یہ روایت امام طبرانی کا شیخ ابو عقیل نقل کرتا ہے یہ بھی مجہول ہے۔ دوسری سند کا حال بھی ایسا ہی ہے۔ اس روایت کو تقریباً تمام نامور ماہرین فن نے ضعیف قرار دیا ہے۔ امام عراقی نے تخریج الاحیاء میں اس کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ امام نووی، علامہ ابن تیمیہ، ابن صلاح اور زرکشی نے اسے ضعیف کہا ہے، حافظ ابن قیم فرماتے ہیں، اس روایت کے ضعیف ہونے پر اتفاق ہے۔ اس سند کو فقط الضیاء نے قوی قرار دیا ہے جبکہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اس میں تردد کا شکار ہیں کیونکہ انہوں نے تلخیص میں اس کی سند کو صالح کہا ہے۔ اور شیخ حمدی عبدالمجید السّلفی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے **تخریج احادیث الاذکار** میں اس روایت کے دونوں طرق کو ضعیف کہا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کے مقدم الذکر قول کی بنیاد الضیاء کی تحقیق ہے، جیسا کہ خود حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ الضیاء نے اسے قوی کہا ہے۔

حافظ ابن قیم نے اسے موضوع قرار دیا ہے۔ صاحب سبل السلام فرماتے ہیں، یہ عمل بدعت ہے۔

۵۸۰: وَعَنْ بُرَيْدَةَ بْنِ الْحَصِيبِ الْأَسْلَمِيِّ رضي الله عنه قَالَ، قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ "كُنْتُ نَهَيْتُكُمْ عَنْ زِيَارَةِ الْقُبُورِ فَزُورُوهَا" رَوَاهُ مُسْلِمٌ. زَادَ التِّرْمِذِيُّ "فَإِنَّهَا تُذَكِّرُ الْآخِرَةَ"

مسلم، كتاب الجنائز، باب استئذان النبي ﷺ ربه عزوجل في زيارة قبر امه: ۹۷۷، ابوداود: ۳۲۳۵، النسائي: ۴/۸۹،

الترمذی: ۱۰۶۲، الحاکم: ۵۳۲/۱، البیهقی: ۷۶/۴، ابن حبان: ۳۱۶۸، احمد: ۳۵۰/۵

۵۸۰: حضرت بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ نے فرمایا: "میں نے تمہیں قبروں کی زیارت کرنے سے منع کیا تھا، اب تم ان کی زیارت کیا کرو۔" اسے مسلم نے روایت کیا ہے اور ترمذی نے یہ اضافہ بھی ذکر کیا ہے کہ " قبروں کی زیارت آخرت کی یاد دہانی کرواتی ہے۔"

فقہی احکام: (۱) رسول اللہ ﷺ کا ایک حکم دوسرے حکم کو منسوخ کر سکتا ہے۔ (۲) قبروں کی زیارت کرنے کی اجازت ہے۔ (۳) قبروں کی زیارت کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ ان کیلئے دعائے مغفرت کی جائے۔ (۴) قبروں کی زیارت سے موت یاد آنی چاہیے۔ (۵) قبروں پر میلے، کھیل کود اور نذر و نیاز وغیرہ غیر اسلامی کام ہیں۔

۵۸۱: زَادَ ابْنُ مَاجَة مِنْ حَدِيثِ ابْنِ مَسْعُودٍ رضی اللہ عنہما " وَتُزَهِّدُ فِي الدُّنْيَا "

ابن ماجة، ابواب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في زيارة القبور: ۱۵۷۱، الحاكم: ۵۳۱/۱

۵۸۱: امام ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت بیان کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ " قبروں کی زیارت دنیاوی جاہ و حشمت سے عدم دلچسپی پیدا کرتی ہے۔"

۵۸۲: وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ رَسُولَ اَللَّهِ ﷺ لَعَنَ زَائِرَاتِ الْقُبُورِ . أَخْرَجَهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَصَحَّحَهُ ابْنُ حِبَّانَ.

صحيح ابن حبان، كتاب الجنائز، فصل في زيارة القبور، باب لعن المصطفىٰ المتخذات المساجد: ۳۱۷۸، ۳۱۸۰، الترمذي، ابواب الجنائز، باب كرهية زيارة القبور للنساء: ۱۰۶۲، ابن ماجة: ۱۵۷۶، احمد: ۳۳۷/۲، البيهقي: ۷۸/۴، النسائي: ۹۴/۴، ۹۵، ابوداود: ۳۲۳۶، الحاكم: ۵۳۰/۱، الاحكام الوسطى: ۱۵۱/۲، السلسلة الضعيفة: ۳۹۴/۱، الارواء، ۲۱۲/۳، تقريب: ۳۸۱۷، الكاشف: ۳۱۵۵

۵۸۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ اسے ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ابن حبان نے صحیح کہا ہے۔

تشریح: مرد حضرات کے بارے میں تو یہ صراحتاً مذکور ہے کہ انہیں پہلے قبروں کی زیارت کی اجازت نہیں تھی، لیکن بعد میں انہیں اجازت دیدی گئی، مگر خواتین کیلئے اس قسم کی صراحت نہیں ہے۔ البتہ ان کے بارے میں جواز اور عدم جواز دونوں طرح کی روایات موجود ہیں۔ زیر مطالعہ روایت کو امام ترمذی اور امام ابن حبان نے صحیح جبکہ حافظ عبدالحق اشبیلی نے ضعیف کہا ہے۔

اسی طرح کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی خواتین پر لعنت فرمائی، جو قبروں پر جا کر چراغاں کرتی ہیں۔ اور وہاں بیٹھ کر عبادت کرتی ہیں، یہ روایت بھی مختلف فیہ ہے۔ کیونکہ ابو صالح کو امام عجلی نے ثقہ اور امام نسائی وغیرہ نے غیر ثقہ کہا ہے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان خواتین پر لعنت فرمائی جو قبروں کی زیارت کثرت سے کرتی رہتی ہیں۔ علامہ بوصیری حنفی نے اس روایت کی سند کو صحیح کہا ہے۔ مگر راجح یہی ہے کہ یہ روایت بھی مختلف فیہ ہے کیونکہ عبداللہ بن عثمان اور اس کا شیخ عبدالرحمٰن بن بہمان دونوں مختلف فیہ ہیں۔ بعض روایت سے سے خواتین کیلئے قبروں کی زیارت کے اشارے بھی ملتے ہیں، اس لیے اہل علم نے ان روایات کے مابین جمع و تطبیق کا راستہ اختیار کیا ہے۔

فقہی احکام: (۱) خواتین کثرت سے قبرستان کی زیارت نہیں کر سکتیں، البتہ گاہے گاہے کر سکتی ہیں۔

(۲) قبروں پر چراغاں کرنا، وہاں بیٹھ کر عبادت کرنا اور چیخنا چلانا منع ہے۔

۵۸۳:وَعَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رضی اللہ عنہ قَالَ لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ اَلنَّائِحَةَ ,وَالْمُسْتَمِعَةَ. أَخْرَجَهُ أَبُو دَاوُدَ.

ابوداود، کتاب الجنائز، باب في النوح: ۳۱۲۸، احمد: ۶۵/۳، شرح السنة: ۴۳۹/۵، البيهقي: ۶۴/۴

۵۸۳:حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی خواتین پر لعنت فرمائی جو نوحہ کرتی اور نوحہ سنتی ہیں۔(ابوداود)

تشریح: یہ روایت ایک ہی خاندان کے تین افراد سے مروی ہے یعنی عطیہ عوفی، اس کا بیٹا اور اس کا پوتا اور یہ تینوں ضعیف ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی حدیث **المعجم الكبير للطبراني** میں ہے، اس میں الصباح ابوعبداللہ ہے جس کا ترجمہ مرقوم نہیں، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت **المعجم الكبير للطبراني** میں ہے، یہ روایت حسن بن عطیہ کی وجہ سے ضعیف ہے، ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی روایت **السنن الكبرى للبيهقي : ۷۲۱۵** میں ہے وہ عفیر بن معدان کی وجہ سے ضعیف ہے۔ یہ متن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے کچھ اضافہ کے ساتھ بھی منقول ہے، اسے ابن عدی نے الکامل میں ذکر کیا ہے اس میں عمر بن یزید الازدی منکر الحدیث ہے۔

۵۸۴:وَعَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ أَخَذَ عَلَيْنَا رَسُولُ اللَّهِ ﷺ أَنْ لَا نَنُوحَ. مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، کتاب الجنائز، باب ما ينهى من النوح و البكاء و الزجر عن ذالك: ۱۳۰۶، مسلم: ۹۳۶، ابوداود: ۳۱۲۷، النسائي: ۱۴۹/۷، البيهقي: ۶۲/۴

۵۸۴:حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے یہ عہد لیا کہ ہم نوحہ نہیں کریں گی۔

تشریح: اس حدیث سے یہ واضح ہوا کہ اسلام میں نوحہ کرنے کی اجازت نہیں اور دیگر روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ شیطانی عمل اور رسم جاہلیت ہے۔حضرت اُم درداء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا:" گریبان چاک کرنا، نوحہ کرنا اور کسی کے نسب میں طعن کرنا یہ تینوں چیزیں کفر ہیں۔" رحمت عالم ﷺ کی سخت وعید کے باوجود یہ رسوم بد مسلمان خواتین میں بڑی کثرت سے پائی جاتی ہیں

فقہی احکام: (۱) نوحہ خوانی رسم جاہلیت، شیطانی عمل اور علامت کفر ہے، اس لئے اس سے اجتناب اشد ضروری ہے۔

(۲) اپنے نسب پر فخر کرنا اور دوسرے کے نسب پر لعنت کرنا نہایت قبیح جرم ہے۔

۵۸۵:وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ "اَلْمَيِّتُ يُعَذَّبُ فِي قَبْرِهِ بِمَا نِيحَ عَلَيْهِ " مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ.

البخاري، کتاب الجنائز، باب قول النبي ﷺ يعذب الميت ببعض بكاء اهله عليه ......: ۱۲۹۰، مسلم ۹۳۲

تنبیہ: بلوغ المرام کے اکثر مطبوعہ نسخوں میں عن ابن عمر عن النبي ﷺ مذکور ہے جبکہ صحیحین میں عن ابن عمر عن عمر عن النبي ﷺ ہے۔ التلخيص میں بھی عن عمر عن النبي ﷺ ہے، جس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ یہاں کسی ناسخ سے تسامح ہوا ہے۔(واللہ اعلم)

۵۸۵: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:" میت کو قبر میں اس پر نوحہ کیے جانے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔"

فقہی احکام: مرنے والا اگر اس عمل کو پسند کرتا تھا یا اس نے مرنے سے پہلے نوحہ کرنے کی وصیت کی تو ہر دو صورتوں میں نوحہ کرنے کی وجہ سے اس کے عذاب میں اضافہ ہوگا۔

۵۸۶: وَلَهُمَا نَحْوُهُ عَنِ الْمُغِيرَةِ بْنِ شُعْبَةَ رضی اللہ عنہ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب مایکرہ من النیاحة علی المیت: ۱۲۹۱، مسلم: ۹۳۳، البیھقی: ۷۲/۴

۵۸۶: صحیحین میں اس کی مثل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

۵۸۷: وَعَنْ أَنَسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ شَهِدْتُ بِنْتًا لِلنَّبِيِّ ﷺ تُدْفَنُ ,وَرَسُولُ اللّٰهِ ﷺ جَالِسٌ عِنْدَ الْقَبْرِ، فَرَأَيْتُ عَيْنَيْهِ تَدْمَعَانِ. رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ.

البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی یعذب المیت ببعض بکاء اھله: ۱۲۸۵، باب قول النبی انابک لمحزونون: ۱۳۰۳، باب البکاء عند المریض: ۱۳۰۴

تنبیہ: مؤلف نے اس حدیث کو بخاری کی طرف منسوب کیا ہے، امام بخاری اس حدیث کو تین مرتبہ لائے اور تینوں میں سے کسی ایک مقام پر بھی لفظ تدفن نہیں ہے اس طرح النبی کی جگہ صحیح بخاری میں لرسول الله اور شھدت کی جگہ شھدنا ہے۔

۵۸۷: حضرت انس رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی کی تدفین کے وقت وہاں موجود تھا، رسول اللہ ﷺ اس کی قبر کے قریب بیٹھے ہوئے تھے، میں نے دیکھا آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو جاری تھے۔ (بخاری)

لغوی تحقیق: تدمعان: تاء مفتوح، دال ساکن اور میم مفتوح دونوں آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

تشریح: سابقہ احادیث میں نوحہ خوانی کی مذمت کی گئی ہے جبکہ اس حدیث میں رونے کی رخصت کا ثبوت ملتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم، حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی تیمارداری کے لئے تشریف لے گئے، جب وہاں پہنچے تو ان پر موت کی غشی طاری تھی۔ آپ ﷺ انہیں دیکھ کر رو پڑے، جب صحابہ نے آپ ﷺ کو دیکھا تو وہ بھی رو پڑے، اس موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "خوب غور سے سنو! میت پر آنسو بہانے اور کبیدہ خاطر ہونے سے اسے عذاب نہیں دیا جاتا، لیکن اسے اس وقت عذاب دیا جاتا ہے جب رونے کے ساتھ زبان بھی استعمال ہو یعنی نوحہ کیا جائے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کے لخت جگر حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر آپ ﷺ کے آنسو جاری تھے اور آپ ﷺ نے اس وقت فرمایا: "آنکھ اشک بار اور دل غمگین ہے، مگر ہماری زبان سے وہی کلمہ نکلے گا جو میرے رب کے نزدیک پسندیدہ ہے۔" اسی طرح بعض اور مواقع پر بھی آپ ﷺ کا آنسو بہانا ثابت ہے۔ زیر مطالعہ روایت میں آپ ﷺ کی جس لخت جگر کا ذکر ہے وہ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا زوجہ عثمان ابن عفان ہیں۔

فقہی احکام: (۱) میت کے قریب بیٹھ کر رونا جائز ہے۔ (۲) میت پر آنسو بہانا اور کبیدہ خاطر ہونا مسنون ہے۔

۵۸۸: وَعَنْ جَابِرٍ رضی اللہ عنہ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ "لَا تَدْفِنُوا مَوْتَاكُمْ بِاللَّيْلِ إِلَّا أَنْ تُضْطَرُّوا إِلَيْهِ" أَخْرَجَهُ ابْنُ مَاجَه وَأَصْلُهُ فِي مُسْلِمٍ ,لَكِنْ قَالَ، زَجَرَ أَنْ يُقْبَرَ الرَّجُلُ بِاللَّيْلِ ,حَتَّى يُصَلَّى عَلَيْهِ.

ابن ماجة، ابواب ماجاء فی الجنائز، باب فی الاوقات التی لا یصلی فیھا علی المیت ولا یدفن: ۱۵۲۱، مسلم: ۹۴۳، البخاری: ۱۲۸۳، فتح الباری: ۲۰۸/۴، عبدالرزاق: ۵۲۰/۳، ۵۲۱، ابن ابی شیبة: ۲۲۶/۳

۵۸۸: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اپنے مُردوں کو رات کے وقت مت دفن کیا کرو، الا یہ کہ تم اس کے لیے مجبور ہو جاؤ۔" اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور اس کی اصل مسلم میں ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے رات کے

وقت دفن کرنے پڑ ا نٹا، الا یہ کہ نماز جنازہ پڑھ لی جائے۔

تشریح: یہ روایت ابراہیم بن یزید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے **و اصله فی مسلم** کہہ کر جس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے اس روایت کو مؤلف رحمہ اللہ اسی باب میں مختصر نقل کر چکے ہیں۔ یہاں مؤلف رحمہ اللہ نے اس کی طرف اشارہ اس لئے کیا ہے کہ اس حدیث میں رات کے وقت دفن کرنے کی ممانعت صراحت سے مذکور نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو بھی رات کے وقت دفن کیا گیا تھا۔ حسن بن محمد بن حنفیہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا کہنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت دفن کیا تھا۔ ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ زیر مطالعہ حدیث میں مُردوں کو رات کے وقت بلا عذر دفن کرنے سے منع کیا گیا ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو رات کے وقت یقیناً کسی عذر کی وجہ سے دفن کیا گیا ہوگا۔

فقہی احکام: میت کو رات کے وقت دفن کرنے سے گریز کرنا چاہیے البتہ کسی عذر کی وجہ سے رات کے وقت دفن کیا جا سکتا ہے۔

۵۸۹: وَعَنْ عَبْدِ اَللَّهِ بْنِ جَعْفَرَ رضی اللہ عنہما قَالَ لَمَّا جَاءَ نَعْيُ جَعْفَرَ حِينَ قُتِلَ قَالَ رسول الله ﷺ "اصْنَعُوا لِآلِ جَعْفَرٍ طَعَامًا ,فَقَدْ أَتَاهُمْ مَا يَشْغَلُهُمْ" أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ ,إِلَّا النَّسَائِيَّ.

ابوداود، كتاب الجنائز، باب صنعة الطعام لاهل الميت: ۳۱۳۲، الترمذی: ۹۹۸ ۱۰۰۹، ابن ماجة: ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، احمد: ۱/۲۰۵، الحاکم: ۱/۳۷۲، الدارقطنی: ۲/۷۹، البیهقی: ۴/۶۱، التلخیص الحبیر: ۲/۱۳۸، الاحکام الوسطی: ۳/۱۴۰، بیان الوهم والایهام: ۳/۴۰۵، الجرح والتعدیل: ۳/۳۳۵، التاریخ الکبیر: ۳/۱۵۳، تهذیب التهذیب: ۳/۸۲، تقریب: ۸۷۵۰، ۸۷۵۴

۵۸۹: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب جعفر رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر ملی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " جعفر کے گھر والوں کے لیے کھانا تیار کرو، کیونکہ انہیں جو اطلاع ملی ہے وہ انہیں کھانا پکانے سے مشغول رکھے گی۔" اسے پانچوں میں سے نسائی نے روایت نہیں کیا ہے۔

تشریح: امام ترمذی نے اس روایت کو نقل کرنے کے بعد اسے حسن کہا ہے۔ امام حاکم نے اسے صحیح الاسناد کہا ہے اور امام ذہبی نے اس پر مہر تصدیق ثبت کی ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ نے **تلخیص** میں لکھا ہے کہ امام ابن سکن نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے۔ حافظ عبدالحق اشبیلی اس حدیث کو **الاحکام الوسطی** میں نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ جعفر (بن خالد) ثقہ ہے اور ترمذی نے اسے حسن کہا ہے۔ امام ابن قطان ان کے تعاقب میں لکھتے ہیں کہ انہوں (عبدالحق) نے یہ وجہ نہیں بتائی کہ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح کیوں نہیں کہا۔ پھر خود اس کی علت بتاتے ہیں کہ خالد بن سارة کا حال معلوم نہیں، لیکن امام بخاری نے کہا کہ اس سے اس کا بیٹا جعفر اور عطا بن ابی رباح روایت کرتے ہیں۔ امام حاتم نے خالد بن سارة کا تذکرہ کرتے وقت لکھا ہے کہ اس سے اس کا بیٹا جعفر روایت کرتا ہے، امام بخاری نے بھی **تاریخ کبیر** میں اس سے فقط اس کے بیٹے کا روایت کرنا ذکر کیا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے تہذیب التہذیب میں اور امام ذہبی نے میزان میں لکھا ہے کہ اس سے اس کا بیٹا جعفر اور عطاء نے روایت کی ہے۔

اس طرح کی ایک روایت اسماء بنت عمیس سے منقول ہے مگر یہ روایت ام عیسی الجزار اور ام عون کی وجہ سے ضعیف ہے۔

حضرت عروۃ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے عزیزوں میں کوئی فوت ہو گیا، خواتین تعزیت کیلئے جمع ہوئیں، جب وہ تعزیت کر کے چلیں گئیں اور گھر میں فقط اہل خانہ اور خواص رہ گئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں کھانا کھلایا۔ تعامل امت بھی یہی ہے مگر عصر حاضر

میں جنازے کے اختتام پر جو اعلان کیا جاتا ہے کہ سب لوگ کھانا کھا کر جائیں، یہ بدعت ہے۔
فقہی احکام: (۱) میت کے گھر والوں اور ان کے خاص مہمانوں کو کھانا دینا درست ہے،
(۲) اہل محلّہ اور تدفین میں شریک ہونے والوں کو کھانا کھلانا بدعت ہے۔

۵۹۰: وَعَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيهِ قَالَ كَانَ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ يُعَلِّمُهُمْ إِذَا خَرَجُوا إِلَى اَلْمَقَابِرِ " اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ اَلدِّيَارِ مِنَ اَلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ ,وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اَللَّهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ ,أَسْأَلُ اَللَّهَ لَنَا وَلَكُمُ الْعَافِيَةَ " رَوَاهُ مُسْلِمٌ.

مسلم، کتاب الجنائز، باب مایقال عند دخول القبور و الدعاء لاهلها: ۹۷۵، النسائی: ۹۴/۴، ابن ماجة: ۱۵۴۷، احمد: ۳۵۳/۵، البیهقی: ۷۹/۴

تنبیہ: مسلم میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں " بکم " نہیں ہے، البتہ ابن حبان (۳۱۷۳) نے " بکم " نقل کیا ہے۔

۵۹۰: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ صحابہ جب قبرستان جاتے تو رسول اللہ ﷺ انہیں سکھاتے کہ تم یہ دعا پڑھو، " اے مؤمنوں اور مسلمانوں سے تعلق رکھنے والے گھر والو! تم پر سلام ہو، اور بلا شبہ ہم بھی ان شاءاللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں، ہم اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے عافیت کے طلبگار ہیں۔" (مسلم)

لغوی تحقیق: اهل الدیار: دیار محلے کو کہا جاتا ہے، مگر یہاں قبرستان مراد ہے۔ یعنی اے قبروں میں پڑے ہوئے لوگو!۔ من المؤمنین والمسلمین: میں من بیانیہ ہے یعنی یہ سلامتی کی دعا فقط ان کیلئے ہے جو ایماندار مسلمان ہیں۔

تشریح: اس حدیث کی تشریح اور فقہی احکام اس سے بعد والی حدیث کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔

۵۹۱: وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما قَالَ مَرَّ رَسُولُ اَللَّهِ ﷺ بِقُبُورِ اَلْمَدِينَةِ ,فَأَقْبَلَ عَلَيْهِمْ بِوَجْهِهِ فَقَالَ "اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا أَهْلَ اَلْقُبُورِ ,يَغْفِرُ اَللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ ,أَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْأَثَرِ" رَوَاهُ اَلتِّرْمِذِيُّ ,وَقَالَ حَسَنٌ.

الترمذی، ابواب الجنائز، باب مایقول الرجل اذا دخل المقابر: ۱۰۶۵، ابن حبان: ۳۱۷۱، ۳۱۷۲

۵۹۱: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا گزر مدینہ کے قبرستان کے قریب سے ہوا، آپ ﷺ نے قبروں کی طرف رُخ انور پھیرتے ہوئے فرمایا: " اے قبرستان والو! تم پر سلام ہو، اللہ ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہمارے پیش رو ہو، اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔" اسے ترمذی نے روایت کرنے کے بعد حسن کہا ہے۔

لغوی تحقیق: سلفنا: سین اور لام مفتوح، پہلے فوت ہونے والے، پہلے گزرنے والے۔

تشریح: یہ اور سابقہ حدیث دونوں کو ملانے سے یہ واضح ہوا کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی قبرستان میں داخل ہوتے وقت یہ دعا پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی یہ دعا سکھانے کے ساتھ ساتھ انہیں پڑھنے کی رغبت بھی فرماتے تھے۔ اسی مفہوم کی احادیث حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی منقول ہیں۔ آپ ﷺ سے قبرستان میں داخل ہونے کی دعا کے الفاظ صحابہ سے مختلف منقول ہیں۔

ان تمام احادیث کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کبھی آپ ﷺ کوئی دعا پڑھتے تھے کبھی کوئی دعا پڑھتے تھے اور صحابہ کو بھی آپ ﷺ نے مختلف دعائیں سکھا رکھی تھیں۔ تاہم مذکورہ روایت قابوس بن ابی ظبیان کی وجہ سے ضعیف ہے جبکہ اس سے پہلے والی صحیح ہے۔

فقہی احکام: (۱) قبرستان میں داخل ہوتے وقت کوئی بھی مسنون دعا پڑھی جاسکتی ہے۔ (۲) کسی کیلئے دعا کرنا مسنون ہے۔
(۳) کسی کیلئے دعا کرتے وقت اپنے لئے دعا کرنا بھی مسنون ہے۔

۵۹۲: وَعَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ " لَا تَسُبُّوا الْأَمْوَاتَ ,فَإِنَّهُمْ قَدْ أَفْضَوْا إِلَى مَا قَدَّمُوا "رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ

البخاري، كتاب الجنائز، باب ماينهى من سب الاموات: ۱۳۹۳، النسائي: ۵۳/۳، احمد: ۱۸۰/۲، البيهقي: ۷۵/۴، الطيالسي: ۳۴۹۴، الدارمي: ۲۳۹/۲، الحاكم: ۵۴۲/۱، ابن حبان: ۳۰۲۱

۵۹۲: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: " مُردوں کو گالی مت دو، کیونکہ انہوں نے جو آگے بھیجا ہے وہ پا لیا ہے۔" (بخاری)

تشریح: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے زیر مطالعہ حدیث مجاہد کے طریق سے ہے جبکہ عروہ بن زبیر کے طریق سے مروی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تم میں سے کوئی ایک جب فوت ہو جائے تو اسے چھوڑ دو اور اس کے بارے میں ناشائستہ زبان مت استعمال کرو۔" حضرت عطا سے مروی طریق میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فوت شدگان مسلمانوں کا ذکر اچھے الفاظ سے ہی کرو۔" حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان کی خوبیاں بیان کرو اور ان کی برائیاں بیان کرنے سے اجتناب کرو۔"

فقہی احکام: (۱) فوت شدگان کو گالی دینا سخت منع ہے۔ (۲) فوت شدگان کی تعریف کرنا جائز ہے۔

۵۹۳: وَرَوَى التِّرْمِذِيُّ عَنِ الْمُغِيرَةِ رضی اللہ عنہ نَحْوَهُ ,لَكِنْ قَالَ " فَتُؤْذُوا الْأَحْيَاءَ "

الترمذي، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء في الشتم: ۲۰۶۵، النسائي: ۳۳/۸، المعجم الكبير للطبراني: ۲۷۷/۸، ابن حبان: ۳۰۲۲

۵۹۳: ترمذی نے حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے اس کی مثل روایت ذکر کی ہے، لیکن اس میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "(مُردوں کو گالی دیکر) تم زندہ لوگوں کو تکلیف دیتے ہو۔"

تشریح: اس مضمون کی ایک روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مفصل مروی ہے وہ کہتے ہیں کہ کسی شخص نے ہمارے آباؤ اجداد میں سے کسی ایک کو گالی دی، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسے طمانچہ مار دیا، اس کی قوم والے اسلحہ سے مسلح ہو کر آئے اور کہنے لگے ہم عباس کو اسی طرح طمانچہ ماریں گے جس طرح اس نے ہمارے آدمی کو مارا ہے، یہ بات جب آپ ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ منبر پر تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا: "اے لوگو! اے زمین والو! کیا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا کون ہے؟" انہوں نے عرض کیا، اللہ کے رسول ﷺ آپ ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "عباس مجھ سے ہیں اور میں عباس سے ہوں، تم ہمارے فوت شدگان کو گالی دیکر ہمیں تکلیف پہنچاتے ہو۔" وہ لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے آپ ﷺ سے معافی کی درخواست کی۔ یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے تاہم حضرت مغیرہ بن شعبہ اور صخر بن وداعہ رضی اللہ عنہما سے مروی روایت اس کی مؤید ہیں۔